ماہنامہ
المرشد

اللہ
رسول
محمد

عَنْ مَالِکٍ قَالَ بَلَغَنِیْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ کَانَ یَقُوْلُ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِیْنَ. وَذِکْرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ کَغُصْنٍ شَجَرٍ اَخْضَرَ فِیْ شَجَرٍ یَابِسٍ وَ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ مِثْلُ مِصْبَاحٍ فِیْ بَیْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ یُرِیْہُ اللّٰہُ مَقْعَدَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ وَ ھُوَ حَیٌّ وَ ذَاکِرُ اللّٰہِ فِی الْغَافِلِیْنَ یُغْفَرُ لَہٗ بِعَدَدِ کُلِّ فَصِیْحٍ وَاَعْجَمٍ وَالْفَصِیْحُ اِبْنُ اٰدَمَ وَالْاَعْجَمُ بَھَائِمُ.

حضرت مالکؒ فرماتے ہیں کہ مجھے خبر ملی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ غافلوں کے درمیان اللہ کا ذکر کرنے والا شخص ایسا ہے جیسے میدان جنگ میں بھاگنے والوں کے بعد میں اکیلا رہ کر دشمن کا مقابلہ کرتا رہے اور ذاکر کی حیثیت ایسی ہے جیسے خشک درختوں میں کوئی ہرا پودا ہو اور غافلوں میں ذاکر کی مثال ایسی ہے جیسے کسی تاریک گھر میں دیا روشن ہو اور غافلوں میں رہ کر ذکر کرنے والے کو زندگی میں ہی اللہ تعالیٰ جنت میں اس کا ٹھکانا دکھا دیتے ہیں اور غافلوں میں گھرے ہوئے ذاکر کے اتنے گناہ معاف کیے جاتے ہیں جس قدر دنیا میں انسان اور جانور پیدا کیے گئے ہیں۔

توفیق عمل بھی تب ہی نصیب ہوتی ہے جب عظمت الٰہی دل میں ہو اور عظمت رسالت کی کیفیت بھی دل میں ہو۔

حضرت شیخ المکرم
امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

جولائی 2012ء
شعبان / رمضان المبارک 1433ھ

تصوف

ذکر قلبی کیوں ضروری ہے؟

صرف کلمہ پڑھ لینے پر بات ختم نہیں ہوجاتی ،کلمہ پڑھ کر زندگی شروع ہوتی ہے ۔کلمے میں وہ نور ہے جوزندگی میں حق کا راستہ دکھاتا ہے، جسے بندۂ مومن لے کرلوگوں میں رہتا بستا ہے۔یہی نور اسے کم تولنے، جھوٹ بولنے سے روکتا ہے۔آج ہم سے بھی یہی نورکھوچکا ہے۔اس لئے آج نمازی ملتے ہیں، سچ بولنے والے نہیں ملتے ۔حاجی ملتے ہیں، پورا تولنے والے نہیں ملتے ۔وہ نور برکات نبوت ہیں جو قلب کو پہنچتی ہیں جن کے حصول کے لئے پہلے دل کو ذکر قلبی سے پاک وصاف ،روشن ومنور کیا جاتا ہے۔ نورنبوت کا حصول ہی وہ ٹوٹا ہوا رابطہ ہے جسے جوڑے بغیر بات نہیں بنے گی اور عملی زندگی میں مثبت تبدیلی نہیں آئے گی۔

بانی: حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست: حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

ماہنامہ المرشد

جولائی 2012ء شعبان / رمضان المبارک 1433ھ

جلد نمبر 33	شمارہ نمبر 11

مدیر: **محمد اجمل**

سرکولیشن منیجر: محمد اسلم شاہد

قیمت فی شمارہ 45 روپے

PS/CPL#15

فہرست

اقوالِ شیخ	انتخاب	2
؟ریہ	ابوالاحمدین	3
طریقہ ذکر		4
بیان ماہانہ اجتماع	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	5
انٹرویو عبدالقدیر اعوان	علی رضا	11
مسائل السلوک	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	22
سوال و جواب	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	27
اکرم التفاسیر	شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان	32
منازل الانوار	افضال حسین رز[illegible]	38
Attaining Positive Change Effectively	Ameer Muhammad Akram Awan	45
Hayat-e-Javidan (CH: 17)	Abdul Ahmadain Translation Naseem Malik	48

بدل اشتراک

پاکستان	500 روپے سالانہ
بھارت / سری لنکا / بنگلہ دیش	1200 روپے
مشرق وسطیٰ کے ممالک	100 ریال
برطانیہ، یورپ	35 اسٹرلنگ پاؤنڈ
امریکہ	60 امریکن ڈالر
فار ایسٹ اور کینیڈا	60 امریکی ڈالر

www.owaisiah.com / www.naqashbandiahowaisiah.com

انتخاب جدید پریس لاہور 0423-6314365

ناشر عبدالقدیر اعوان

سرکولیشن و رابطہ آفس: ماہنامہ المرشد
17 اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور۔
Ph: 042-35182727
Fax: 042-35180381
E-mail: monthlyalmurshed@gmail.com

مرکزی دفتر: دارالعرفان ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔
Ph: 0543-562200
Fax: 0543-5621198
E-mail: darulirfan@gmail.com

اقوال شیخ

1۔ آخرت مولوی کے بتانے کی طرح نہیں، مقرر کی تقریر کی طرح نہیں بلکہ دل کی آنکھ کھلنے سے نظر آتی ہے۔

2۔ حیات نام ہے اتباع رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور موت نام ہے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت سے محرومی کا

3۔ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کا راستہ اپنائیں۔ اللہ کریم ہے وہ جتنا چاہے رحمت کر سکتا ہے۔

4۔ نیکی از خود نہیں آتی اختیار کرنا پڑتی ہے۔ نیکی اختیار کرنے کے لئے لازمی اصول ہے کہ پہلے بدی کو چھوڑ دیں۔

5۔ اللہ قادر ہے جب وہ چاہتا ہے اسباب بھی پیدا کر دیتا ہے اور ان اسباب میں نتائج بھی پیدا کر دیتا ہے۔

6۔ جس طرف اللہ کی تائید ہو دنیا و آخرت کی کامیابی وہیں ہے اور اللہ کی تائید اس کے ساتھ ہے جو عقیدے اور عمل میں حضور ﷺ کا اتباع کرتا ہے۔

7۔ ہر کوئی اس منزل پہ پہنچتا ہے جس راستے پر وہ چل رہا ہو۔ اب یہ مسافر کا فیصلہ ہے کہ وہ ہدایت کے راستے پر چلتا ہے یا نافرمانی کے راستے پر۔

اداریہ

منصوبہ جو صدیوں پر محیط ہے

گذشتہ ماہ کئی سنسنی خیز انکشافات میڈیا اور پبلک کی توجہ کا مرکز بنے رہے اور تا حال موضوع بحث ہیں۔ ملکی اور عالمی سطح پر رونما ہونے والے دوررس اثرات کے حامل کئی واقعات پر سیر حاصل تبصرے اخبار و جرائد کی زینت بنے لیکن ایک واقعہ ایسا بھی ہے جس کے اثرات صدیوں پر محیط ہوں گے لیکن وہ عام لوگوں کی نظر سے اوجھل ہے اور شاید اوجھل ہی رہے گا، کئی سال، کئی دہائیاں اور جب یہ نگاہوں کا مرکز بنے گا تو اس کے بارے میں لوگ ان باتوں کو یاد کریں گے جو اب تاریخ کا حصہ بن چکی ہیں۔ ہماری مراد سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ کے مرکز دارالعرفان کے بارے میں مجدد طریقت حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کے فرمودات عالیہ سے ہے۔

قریباً 34 سال قبل 31 جولائی 1978ء کو چکوال خوشاب روڈ کے کنارے نوری پیڑہ کی پتھریلی اور ناہموار زمین پر حضرت جیؒ دارالعرفان کی بنیاد رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حضور دست بہ دعا تھے، اس مرکز کے استحکام کے لئے، اس کے متعلقین کی استقامت اور نفاذ دین کی توفیق کے لئے۔ چند افراد پر مشتمل ایک مختصر سی جماعت اس دعا پر آمین کہہ رہی تھی لیکن یہ دعا صرف اُن چند افراد تک ہی محیط نہ تھی بلکہ اس میں آنے والے ادوار کا ہر شخص شامل تھا، وہ چند احباب جو اس وقت شریک دعا تھے اور آج ان میں سے اکثر ہم سے جدا ہو چکے ہیں، وہ ہزاروں ساتھی جو اس وقت موجود نہ تھے لیکن آج دارالعرفان سے وابستہ ہیں اور وہ بھی جو آئندہ اس مرکز سے برکات حاصل کریں گے۔ دعا ختم ہوئی تو حضرت جیؒ نے فرمایا:

''اس مرکز کو ظہور مہدیؑ تک قائم رہنا ہے، یہ جماعت خوب پھیلے گی اور حضرت مہدیؑ کی نصرت کرے گی۔''

اس موقع پر قاضی ثناء اللہؒ، جن کے معمولات شب و روز قرون اولیٰ کے اہل اللہ سے کسی طور بھی کم نہ تھے، فرمانے لگے:

''میں دیکھ رہا ہوں کہ یہ جگہ آنے والے وقت میں کم پڑ جائے گی، میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک وقت آئے گا جب یہ جگہ دنیا بھر کا مرکز بنے گی۔''

34 سال قبل دارالعرفان کی صورت علاقہ بھر میں سب سے بڑی مسجد کا افتتاح کیا جا رہا تھا اور اُس وقت یہ بات باعث حیرت تھی کہ آنے والے وقت میں دارالعرفان کی وسعت ساتھیوں کے لئے کم پڑ جائے گی لیکن 25 مئی 2012ء کو حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی نے دارالعرفان کے چار گنا توسیعی منصوبے کا افتتاح فرمایا تو اس جگہ کے تنگ پڑ جانے کی نوید ایک حقیقت نظر آ رہی تھی۔ آج دارالعرفان دنیا بھر میں رشد و عرفان کے متلاشیوں کے لئے مرکز کی حیثیت رکھتا ہے۔ شام ڈھلے جب حضرت امیر المکرم انٹرنیٹ پر ذکر اسم ذات شروع کرتے ہیں تو دنیا بھر سے سالکین اپنے شیخ کی معیت میں ذکر کر رہے ہوتے ہیں لیکن اس مقام تک پہنچنے میں حضرت جیؒ اور حضرت امیر المکرم مدظلہ العالی کی نصف صدی سے زائد شبانہ روز محنت کا ہاتھ ہے۔

حضرت جیؒ کی نوید کے مطابق اس مرکز نے ابھی غلبۂ دین کی جدوجہد میں حضرت مہدیؑ کی معاونت بھی کرنا ہے۔ اسی مرکز نے عالمگیر سطح پر ذکر و فکر کی دعوت کو عام کرنا ہے۔ ابھی اس مرکز کے کئی مزید توسیعی منصوبوں پر عمل بھی ہونا ہے لیکن کب؟ اس بات کا انحصار آج ہماری اور مستقبل میں نسبت اویسیہ کے حاملین کی محنت پر ہے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عمل ارزاں فرمائے۔ آمین

ابوالاحمدین

ذکر کا فائدہ یہ ہے کہ بندے کو اپنے کچھ نہ ہونے اور اللہ کے سب کچھ ہونے کا احساس ہو جائے۔
ذاتِ باری کے معاملے میں اپنے نہ ہونے کا ادراک ہو جائے کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں سب کچھ وہ ہے۔
شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد ورفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔ دیئے گئے نقشے میں انسان کے سینے، ماتھے اور سر پر لطائف کے مقامات بتائے گئے ہیں جن کا خیال کر کے ذکر کیا جاتا ہے۔

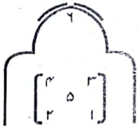

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات ''اللہ'' قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ ''ھو'' کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

ماہانہ اجتماع

بیان 6 مئی 2012ء

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

اعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ وَاللّٰہُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (العنکبوت)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْم مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِم

اکیسواں پارہ شروع ہورہا ہے۔سورۃ العنکبوت ہے۔سادہ سا ترجمہ یہ ہے کہ جو کتاب آپ ﷺ پر وحی فرمائی گئی ہے اس کو پڑھا کیجئے ،اسکی تلاوت کیجئے ۔یہ ایک مستقل حکم ہوگیا۔اصول یہ ہے کہ قرآن کی نص سے،قرآن کی آیت سے جو حکم ثابت ہوتا ہے وہ حکم واجب ہوتا ہے۔ پھر قانون یہ ہے کہ اس میں خطاب چونکہ رسول اللہ ﷺ کو ہے لہٰذا اس میں امت کے لئے تاکیدی حکم ہے۔جس طرح کسی دنیوی قانون کی اہمیت واضح کرنے کے لیے کہا جائے کہ اس حکم سے ملک کے سربراہ کو بھی استثنیٰ نہیں تو پھر عام شہری کے لئے اس پر عمل کس قدر ضروری ہے۔اسی طرح قرآن کا جو حکم براہ راست ذات کریم ﷺ کو دیا جارہا ہے اس میں اس حکم کی اہمیت مسلم کی جارہی ہے کہ اس امت کا کوئی فرد اس سے مستثنیٰ نہیں۔

یہ ایک الگ عبادت ہے کہ قرآن کریم کی کم از کم روزانہ تلاوت کی جائے۔اس کو سمجھنا نورٌ علیٰ نور ہے۔اس پر توفیق عمل مقصد حیات ہے۔لیکن اس کا روزانہ پڑھنا بھی واجب ہے،ضروری ہے۔ دوسرا حکم ارشاد فرمایا وَاَقِمِ الصَّلٰوۃ نماز کو قائم کیجئے ،نماز کی پابندی کیجئے ،اقامت صلوٰۃ کا اردو ترجمہ پابندی آگیا لیکن دونوں میں یہ موجود ہے کہ اس کا پورا پورا اہتمام کیا جائے۔وقت کا لحاظ رکھا جائے۔ قبلہ رو ہونے کا اہتمام ہو، باقاعدہ وضو کیا جائے ،لباس پاک صاف پہنا جائے یعنی جتنا اہتمام ہوسکتا ہے وہ سب کیا جائے پھر فرمایا اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَر یقیناً صلوٰۃ برائی اور بے حیائی یعنی ہر طرح کے غلط کاموں سے روک دیتی ہے۔برائی وہ گناہ ہے جس میں شریعت کی خلاف ورزی ہوتی ہے اور بے حیائی وہ ناپسندیدہ کام ہیں جو کسی کے سامنے نہ کئے جاسکیں جیسے بعض امور کی شریعت میں رعایت ہے۔مثلاً ایک بیمار ہے، رمضان شریف میں اُسے روزہ قضا کرنے کی اجازت ہے۔مسافر ہے اُسے روزہ قضا کرنے اجازت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ لوگوں کے سامنے کھاتا پیتا رہے۔اگر اس نے روزہ قضا بھی کیا ہے ،روزہ نہیں رکھا تو بھی روزے کا احترام اس پر واجب ہے۔پردے میں کھائے پیئے یا دوائی لینی ہے پردے میں لے۔یہ تو نہیں کہ سر بازار نکل جائے اور کہے میں سفر میں ہوں یا میں مریض ہوں اور بازار میں کھاتا پیتا پھرے۔یہ بے حیائی ہوتی ہے ۔گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، گناہ ہی ہوتا ہے یعنی حکم شرعی کی خلاف ورزی ہے۔ بے حیائی وہ ناپسندیدہ بات ہے جو لوگوں کے سامنے نہ کی جاسکے خواہ وہ خود گناہ نہ بھی ہو۔

فرمایا:اس عبادت یعنی صلوٰۃ کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ

بے حیائی اور برائی دونوں سے روک دیتی ہے۔یہ کیفیت کیسے پیدا ہو؟ ہم نے دیکھا ہے لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں، رشوت بھی کھاتے ہیں، ناپ تول میں ڈنڈی بھی مار جاتے ہیں، جھوٹ بھی بول لیتے ہیں اور لوگوں کا مال بھی کھا جاتے ہیں۔فرمایا: وَ لَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَر۔یہ صلوٰۃ بھی ذکر الٰہی کی، یاد الٰہی کی ایک صورت ہے کہ اللہ کے روبرو پیش ہو کر حال دل بیان کیا جائے۔اس کے سامنے رکوع و سجود کیا جائے، سر تسلیم خم کیا جائے لیکن ذکر دوام ایک ایسی عبادت ہے جو منقطع نہیں ہوتی اور یہ ایسی کیفیات پیدا کرتی ہے کہ پھر آدمی برائی سے رک جاتا ہے۔حضرت رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ فرائض کے بعد جتنی نفل عبادات ہیں، مراقبات ان سے افضل ہیں یعنی نفل سے، مراقبے میں رہنا افضل عبادت ہے۔اور فرمایا یہ بات یاد رکھو وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْن تم جو کچھ بھی کرتے ہو، جو سوچتے ہو، جو کہتے ہو، جو کرتے ہو اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتے ہیں۔صنع سے مراد ہے کچھ بھی کرنا، کچھ بھی سوچنا، کچھ بھی بنانا۔فرمایا: اللہ تمہارے سارے کاموں کو جانتے ہیں۔سوچنا بھی ایک کام ہے، بولنا ہے بھی ایک کام ہے۔اٹھنا بیٹھنا بھی ایک کام ہے۔ہر حرکت و سکون سے اللہ واقف ہے۔لہٰذا ہر حرکت و سکون میں اطاعت الٰہی کا آجانا مقصد حیات ہے۔بشری کمزوریوں کی وجہ سے کمی رہ جاتی ہے، کوتاہی رہ جاتی ہے لیکن جب مسلسل یاد الٰہی، رکوع و سجود، تلاوت کتاب نصیب ہوتی ہے تو اللہ کریم ان سے درگذر فرما کر اپنے کرم سے نوازتے رہتے ہیں۔

اس آیت میں تین امور بیان ہوئے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ قرآن کریم کو پڑھنا چاہیے، تلاوت کرنی چاہیے اس کا ایک پہلو اور بھی ہے لوگ جب شعر پڑھتے ہیں تو اس میں شعر کی جو عظمت ہوتی ہے یا شعری یا فنی طور پر تو اس میں کمال ہوتا ہی ہے ساتھ ایک اور بات بھی ہوتی ہے کہ شاعر کا نام اس میں کشش پیدا کرتا ہے کہ یہ غالب کا شعر ہے، میر کا ہے، ذوق کا یا اقبال کا ہے۔تو شاعر کا نام اس میں ایک الگ شیرینی پیدا کر دیتا ہے کہ یہ فلاں بڑے شاعر کا شعر ہے یا جب ہم کوئی ریسرچ پڑھتے ہیں تحقیقی مضمون پڑھتے ہیں تو اس میں جو تحقیق ہوتی ہے اسکا اپنا مقام ہے لیکن جب محقق کا نام آتا ہے کہ یہ فلاں سکالر کی تحقیق ہے تو وہ نام اس میں ایک اور وزن پیدا کر دیتا ہے۔

قرآن کو آپ اس نگاہ سے پڑھیں کہ یہ وہ حروف و الفاظ ہیں جو ذات باری کے ہیں اور ہو بہو یہی الفاظ اور حروف آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ کی زبان حق ترجمان، آپ ﷺ کے لب ہائے مبارک سے ادا ہوئے۔قرآن کی شیرینی اپنی جگہ کہ اس کے ساتھ اس ذات کا نام نامی آتا ہے جس کا یہ کلام ہے لیکن جب اس ہستی کا نام نامی آتا ہے جو خالق اور مخلوق کے درمیان پیغام رسانی کا واحد ذریعہ ہیں ﷺ تو اس کلام میں لذت کئی گناہ بڑھ جاتی ہے۔اب اگر اس نظر سے دیکھیں تو کیا کسی مسلمان کا دل چاہے گا کہ اس کا کوئی دن تلاوت سے خالی جائے؟

جس دل میں ایمان ہوگا کیا وہ اس لذت سے اپنے شب و روز کو خالی رکھنا چاہے گا۔تو یہاں تک تو بات ان لوگوں کی ہے جن کو معانی و مفاہیم سمجھ نہیں آتے۔اگر اس کے ساتھ معانی اور مفاہیم بھی سمجھ آجائیں تو نورٌ علیٰ نور ہے یاد رہے توفیق عمل بھی تب ہی نصیب ہوتی ہے جب عظمت الٰہی دل میں ہو اور عظمت رسالت کی کیفیت بھی دل میں ہو۔

اس کے ساتھ فرمایا کہ عبادات کو قائم رکھو۔عبادت کے بغیر آدمی ایسے ہو جاتا ہے جیسے کسی سخت موسم میں بے لباس ہو جائے جیسے سخت سردی میں کسی کے پاس لباس نہ ہو۔دار دنیا اور اس کے حوادثات اس کے حالات اسے تھپیڑوں میں لے لیتے ہیں۔ان سے حفاظت کا اہتمام ہونا چاہیے اور وہ حفاظت کا اہتمام عبادت الٰہی ہے صلوٰۃ کے بارے دوسرے جگہ ارشاد ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:103) صلوٰۃ کے تو اوقات ہیں اور اپنے وقت پر فرض ہوتی ہے۔اب اگر ہم چاہیں کہ ظہر ابھی ادا کرلیں تو نہیں ہوگی۔وقت آئے گا، فرض ہوگی تو ادا ہوگی۔نبی کریم ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے کہ اگر کوئی فجر ادا کرتا ہے اور ظہر کے انتظار میں ہے اس کے دل میں یہ بات موجود ہے کہ ظہر ہوگی تو ادا کروں گا۔ظہر سے فارغ ہوتا ہے تو عصر کے انتظار میں ہے۔عصر سے فارغ ہوتا ہے تو مغرب کا انتظار

کرتا ہے ۔مغرب سے فارغ ہو کر عشاء کا انتظار کرتا ہے تو اللہ کریم اُسے ذَائِم الصَّلٰوۃ ہی شمار فرماتے ہیں گویا وہ صرف نماز ہی پڑھتا رہا۔ پھر اس کے ساتھ اس میں بھی مزید قوت پیدا کرنے کے لئے ، دل کو شفاف کرنے کے لئے ، آئینہ بنانے کے لئے فرمایا وَ لَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَر اللہ کی یاد بہت بڑی بات ہے ، بہت ہی بڑی بات ہے ۔ اللہ کریم کو دل میں بسالینا ، اس کے نام کو وجود کے ذرے ذرے میں ایک ایک cell میں سمولینا اور ہر حرکت وسکون ، دل کی ہر دھڑکن سے اللہ کا نام لینا ایک بہت بڑی دولت ہے کوئی اس کا اندازہ نہیں کرسکتا۔ وَلَذِکْرُ اللّٰہِ اَکْبَرُ بے پناہ عظیم ہے۔

چونکہ ذکر بہت بڑی عبادت ہے اس لئے مراقبات نفلی عبادات سے افضل ہیں ۔عبادت کی شناخت کیا ہے؟ ایک بندہ پابندی سے عبادت کرتا ہے تو اس کی پہچان کیا ہے کہ اس کی صلوٰۃ قبول ہو رہی ہے ، اللہ نے اس کی عبادت قبول فرمائی ہے ۔فرمایا اس کی پہچان یہ ہے کہ وہ بندہ برائی اور بے حیائی سے باز آجاتا ہے ہمارے ہاں غلط العام ہے کہ نماز ،روزہ ادھاری مزدوری ہے اور اس کا معاوضہ آخرت میں ملے گا۔ یہ فضول سی بات ہے ۔اللہ کریم ادھار نہیں کرتے خود انسان کو تو حکم دیا ہے کہ مزدور کی مزدوری پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کردو تو کیا خود ذات کریم ادھار فرماتی ہے؟ ہر رکوع ، ہر سجدے ، ہر رکعت کی جزا نقد مل جاتی ہے محبت الٰہی بڑھنا شروع ہو جاتی ہے اور نافرمانی کا جذبہ کم ہونا شروع ہو جاتا ہے ، اعمال کی اصلاح ہونا شروع ہو جاتی ہے اور بے عملی سے جان چھوٹنا شروع ہو جاتی ہے جب اس دنیا میں اس کا یہ اجر ہے تو ذکر اللہ جو اکبر ہے اس کا جو اجر ، جو معاوضہ ہے اس سے بڑا ہونا چاہیے ساتھی جاننا چاہتے ہیں کہ ان کے مراقبات کہاں تک ہیں بہت اچھی بات ہے ۔ جب بندہ کسی سکول میں پڑھتا ہے تو وہ یہ جاننا چاہتا ہے کہ میں کس کلاس میں ہوں ، کس درجے میں ہوں ، کتنے امتحان میرے ٹھیک ہیں لیکن میرے بھائی ایک ہوتا ہے علم حاصل کرنا اور ایک ہوتا ہے رٹا لگا کر سند لے لینا ۔ دونوں میں بڑا فرق ہے ۔ سند تو جو باقاعدہ علم حاصل کرتا ہے اسے بھی وہی ملتی ہے اور جو چار سوال کسی پرانے پیپر سے یاد کرتا ہے اتفاق سے امتحان میں وہی آگئے ، اس نے حل کر لئے ، سند اسے بھی مل جاتی ہے لیکن اس کے پاس علم نہیں ہوتا۔ علم اسی کے پاس ہوتا ہے جو باقاعدہ علم حاصل کرتا ہے۔

مراقبات کا ہو جانا اچھی بات ہے لیکن ایک بات یاد رکھیں شیخ کی معیت میں بے پناہ مراقبات ہو سکتے ہیں جہاں تک شیخ کی قوت ہو ۔ اگر شیخ کے اپنے مراقبات نہیں ہیں تو طالب کے کیا ہوں گے ۔ اگر شیخ کے اپنے مراقبات ایک حد تک ہیں جیسے وہ سالک المجذوبی تک ہیں تو وہ فنا بقا تک مراقبات کرا سکتا ہے ۔ اگر شیخ کے منازل بالا ہیں تو وہاں تک طالب کو بھی لے جائے گا ۔ تو شیخ کی معیت میں مراقبات کا ہو جانا یا روح کا وہاں تک چلے جانا کوئی عجیب بات نہیں ۔ دیکھنا یہ چاہیے کہ عملی زندگی پر ان مراقبات کا کیا اثر ہو رہا ہے ۔ کیا میں گناہ سے بچ رہا ہوں ، برائی اور بے حیائی سے دور ہو رہا ہوں ، درد دل بڑھ رہا ہے ، طلب الٰہی بڑھ رہی ہے ، کیا موت سامنے ہے ، کیا اپنی قبر بھی سامنے ہے یا میں مراقبے کر کے دوسروں کی قبریں دیکھتا رہتا ہوں ۔ اپنی قبر بھی سامنے ہے اور اپنی آخرت کا خیال ہے تو پھر تو بڑی اچھی بات ہے ورنہ شیخ کے ساتھ ہونے کی مثال ایسی ہے جیسے آپ کسی سمندر میں ہیں ، دریا میں ہیں ۔ آدمی جب دریا میں ہے تو اس کے ہر طرف پانی ہی پانی ہے ، اس کی مقدار ناپی نہیں جا سکتی جب دریا سے پار اترے گا تو کیا دریا ساتھ ہوگا؟ وہی پانی اس کے ساتھ ہوگا جو اس نے برتن میں بھر لیا دریا سے پار اترے گا تو پانی اس کے پاس وہ ہوگا جیسا اس کا برتن تھا ، جتنا اس نے بھر لیا ۔ تو جب موت آتی ہے آپ اس محفل سے الگ اپنے گھر جاتے ہیں تو پھر آپ کے پاس وہ دولت ہوتی ہے جسے آپ نے اپنے برتن میں سمولیا ، اپنے دل میں سمولیا ۔ اور یہ عجیب شعبہ ہے ، یہاں یہ قید نہیں کہ گھر سے برتن لے کر آؤ یہاں ظرف بڑھانے کا انتظام بھی ہے کہ جو آپ کے پاس ہے وہ بھر لیں تو وہ اور بڑا ہو جائے گا۔

تو ہی ناداں چند کلیوں پہ قناعت کر گیا
ورنہ گلشن میں علاج تنگی داماں بھی ہے

یہ آدمی کی ہمت اور اس کی طلب پر ہے کہ جتنی طلب بڑھتی جائے گی اتنا

دامن وسیع ہوتا جائے گا، اتنی نعمتیں سمیٹتا چلا جائے گا۔ یہاں میں ایک بات یہ بھی عرض کردوں کہ یہ یاد رکھیں اللہ کی عطا سے شیخ ہونا بہت بڑا عظیم منصب ہے اور بڑے بڑے عظیم لوگ اس منصب پہ فائز رہے ہیں۔ یہ بھی عجیب عہد ہے۔ اس عجیب دور میں حیرت ہوتی ہے ہمارے جیسے گناہگار بھی شیخ بنے بیٹھے ہیں۔ شیخ ہونا بہت بڑے اور عظیم لوگوں کا کام ہے۔ مرور زمانہ نے ان عظیم مناصب کو کہاں پہنچادیا۔ لیکن ایک بات یاد رکھیں، اللہ جس کسی کو یہ منصب دیتا ہے اسے بہت بڑا حوصلہ دیتا ہے۔ اس کی قوت برداشت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بے شمار مخلوق کو ساتھ لے کر چلتا ہے اور اُن کی چھوٹی چھوٹی چیزوں سے پریشان نہیں ہوتا۔ اس کا دل ایسا دردمند ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ جو طالب ہوتے ہیں وہ تو اسے جان سے زیادہ عزیز ہوتے ہیں بلکہ وہ عام لوگوں کے لئے بھی دعا کرتا رہتا ہے من جانب اللہ شیخ کا مزاج ہی ایسا ہوتا ہے جو اس کے منصب کا تقاضا ہوتا ہے۔ مجھے ڈاکخانہ کے ذریعے بھی ڈاک آتی ہے اور کمپیوٹر میں ای میل بھی آتی ہیں تو کچھ عرصے سے، پچھلے دو چار مہینوں سے کچھ ساتھیوں کو وہم ہونے لگ گیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں آپ مجھ سے ناراض ہیں یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ میں نے بہت سوچا تو مجھے سمجھ آئی کہ اس کا سبب یہ ہے کہ میں خطوط کے جواب کم دیتا ہوں آپ یہ دیکھیں کہ آپ ایک آدمی ہیں آپ نے ایک خط لکھا ہے میرے پاس بین الاقوامی ڈاک آتی ہے۔ الحمدللہ سلسلہ عالیہ روئے زمین پر موجود ہے اب میں ہر خط کا باقاعدگی سے جواب دوں خواہ اس میں کوئی جواب طلب بات ہو یا نہ ہو تو یہ ممکن نہیں ہے۔ میں جواب ضرور دیتا ہوں خواہ مختصر دوں، دو سطروں میں دوں لیکن اس خط کا جواب دیتا ہوں جس میں کوئی بات جواب طلب ہو۔ اب ایک خط آیا ہے کہ اللہ کرے آپ خیریت سے ہوں میں بھی خیریت سے ہوں میرے لئے دعا کیجئے۔ اب اس کا جواب میں کیا دوں اس میں واپسی لفافہ بھی ہوتا ہے آٹھ روپے کا وہ لفافہ اللہ جانتا ہے ہمیں دکھ ہوتا ہے وہ پھاڑ کر پھینکنا پڑتا ہے اور وہ آٹھ روپے ضائع جاتے ہیں۔ آپ اپنا ایک حال بتاتے ہیں اور کہہ رہے ہیں میرے لئے دعا کیجئے اس میں واپسی لفافے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا میں آپ کو لکھ کردوں کہ میں نے آپ کے لئے دعا کی ہے۔ دعا آپ سے کرنی ہے یا اللہ سے کرنی ہے یہ تو منافقت ہوگی کہ میں آپ پر احسان کروں کہ میں نے آپ کے لئے دعا کی ہے لیکن یہ ہمارے دنیادار پیروں نے لوگوں کی عادتیں خراب کردی ہیں۔ اتنی عاجزی اللہ کے سامنے نہیں کرتے جتنی لوگوں کے سامنے کرتے ہیں۔ لوگ وہی توقع ہم سے بھی رکھتے ہیں۔ مجھ سے ایسی توقع نہ رکھا کریں۔ دعا کے لیے ضرور لکھیں لیکن اس میں نہ واپسی لفافہ ڈالیں نہ جواب کی امید رکھیں۔ آپ نے کوئی مسئلہ پوچھا ہے، آپ نے کسی بات کا حل پوچھا ہے، کوئی رائے پوچھی ہے تو اگر میری سمجھ میں آئے گی تو جواب دے دوں گا اگر جواب نہیں دیا تو اس کا مطلب ہے میری سمجھ میں بات نہیں آئی، آپ کہیں اور سے پوچھیں۔ کیونکہ میں تو شرعی امور ہی بتا سکتا ہوں۔ آپ کہیں رشتہ کرنا چاہتے ہیں۔ مجھ سے پوچھتے ہیں بتائیں کروں یا نہ کروں؟ بھئی میں کیا بتاؤں، نہ میں آپ کے رشتہ کرنے والے کو جانتا ہوں نہ آپ کی اولاد سے واقف ہوں نہ ان کے حالات سے واقف ہوں، میں کیا مشورہ دوں، کیا جواب دوں؟

دین فروشوں نے استخارہ کے نام پر کاروبار شروع کردیا ہے کہ ہر بات میں استخارہ کرلو۔ یہ استخارہ کیا ہوتا ہے، استخارہ کیا پرفیوم کی دکان بن گئی ہے؟ بڑے پرزور دلائل دیئے جاتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ استخارہ کرو۔ آپ ﷺ نے جن لوگوں کو فرمایا تھا وہ لوگ صحابیؓ تھے۔ آپ بھی کم از کم رزق حلال، صدق مقال اور ذکر الٰہی تو پیدا کریں۔ اللہ اللہ تو کریں، دل کو صحیح تو کریں پھر استخارہ بھی کرلیا کریں، سود کھا کر، جھوٹ بول کر، نمازیں ترک کرکے کیا استخارہ کروگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا تو جن کو فرمایا تھا، ان لوگوں کا حال بھی تو دیکھیں۔ صحابہ کرامؓ کس پائے کے لوگ تھے استخارہ اس لئے ہوتا ہے کہ ایک کام کرنے کے دونوں طریقے شرعی ہیں، دونوں جائز ہیں، بندہ پریشان ہے کہ کون سا طریقہ اختیار کروں؟ یہ کرتا ہوں تو یہ بھی شرعاً جائز ہے یہ کرتا ہوں یہ بھی شرعاً جائز ہے۔ تو اس میں استخارہ ہوتا

ہے کہ اللہ میری رہنمائی فرمادے میں ان دو میں سے ایک کروں۔نیکی اور گناہ میں کونسا استخارہ ہے؟ پھر شادی بیاہ میں شرع اسلامی نے واضح ہدایات دی ہیں۔شرعی طریقہ یہ ہے کہ اگر آپ کی بچی ہے تو بچے کے دین کے بارے پہلے جانیں پھر اس کے دنیاوی اسباب بھی دیکھیں پھر اس کی خاندانی حیثیت بھی دیکھیں۔اگر آپ کے ساتھ میل کھاتی ہے تو اللہ پر بھروسہ کریں یہ تو توکل علی اللہ ہوا بچی کے بارے تحقیق چاہتے ہیں تو اس کا دین پوچھیں ۔دنیوی قابلیت علم اور اس کا رویہ معلوم کریں۔خاندانی حالات دیکھیں کیسے ہیں اگر آپ پسند کو آتے ہیں تو اللہ پر بھروسہ کریں۔اس میں استخارہ کیا کرے گا۔اب تو استخارہ ٹی وی پر چل جاتا ہے اسی وقت نام بتاؤ اُسی وقت استخارہ کر کے بتا دیتے ہیں۔ان چیزوں نے لوگوں کو خراب کر دیا ہے۔مجھے بھی لکھتے ہیں تو میں اس کا یہی جواب دیتا ہوں کہ استخارے کو چھوڑیں اس کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ اپنی حیثیت تک جانچ پڑتال کر لیں دین بھی دیکھ لیں اور دنیا بھی دیکھ لیں اور اللہ پر بھروسہ کر لیں۔

جواب نہ دینے کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ میں ناراض ہو گیا ہوں۔شیخ کا ناراض ہونا بندے کو دو عالم سے اٹھا لیتا ہے۔اس لئے ان لوگوں میں اتنا حوصلہ ہوتا ہے کہ یہ ناراض ان سے بھی نہیں ہوتے جو چھوڑ کر چلے جاتے ہیں ۔کیونکہ اگر شیخ ناراض ہو تو یہ معاملات، کیفیات قلبی ہوتی ہیں ۔قلب میں اگر ناراضگی آئے تو جو کچھ قلب سے گیا وہ واپس لے لیتا ہے۔پھر یہ کیفیات اتنی راسخ ہوتی ہیں بندے کے وجود میں کہ یہ سلب ہوتی ہیں تو ساتھ ایمان بھی لے جاتی ہیں تو کوئی بھی شیخ یہ نہیں چاہتا کہ اس کی وجہ سے کوئی بندہ اسلام سے خالی ہو جائے ،ایمان سے خالی ہو جائے ۔اس لئے شیخ کبھی ناراض نہیں ہوتے ،کسی سے بھی نہیں۔ہاں !ایک اور بات ہے اگلے دن مجھے ایک ای میل آئی ،جی! میں نے ذکر تو چھوڑ دیا ہے یہ مجھ سے نہیں ہوتا ،باقی جو اوراد و وظائف ہیں وہ میں بڑی باقاعدگی سے کر رہا ہوں۔تو میں نے اسے جواب لکھا کہ میرے بھائی میرا اور تیرا رشتہ تو اللہ کے نام کا تھا ذکر کا تھا وہ تو نے چھوڑ دیا، مجھے لکھنے کی کیا ضرورت ہے تو جان تیرا کام ۔میری تیری دوستی ختم۔میری تیرے ساتھ کوئی دوستی نہیں ،کوئی تعلق نہیں ،کوئی لینا دینا نہیں۔مجھے تجھ سے کوئی چندہ جمع نہیں کرنا ،کوئی ووٹ نہیں لینے، مجھے کیا لالچ ہے ؟ تیری میری دوستی کا سبب اللہ کا نام تھا تو نے لینا چھوڑ دیا، تو جان تیرا کام جانے۔پھر اس کی ای میل آئی نہیں جی میں یہ afford نہیں کر سکتا، میں ذکر کروں گا۔میں نے کہا یہ کیا ذکر ہے جو تم میری وجہ سے کرو گے۔تیرا اللہ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے؟ تجھ پر اللہ کا کوئی احسان نہیں ہے؟ کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ قرآن کریم نے کم وبیش آٹھ سو سے زیادہ مرتبہ بالواسطہ اور بیس سے چونتیس مرتبہ براہ راست ذکر کا حکم دیا ہے۔تو وہ تو چھوڑ دیتا ہے تو پھر باقی بچے گا کیا۔

تو یہ وہم نہ کیا کیجئے ۔کچھ دوست خط لکھتے ہیں بڑی لمبی بیماریاں اور اس میں ان کی پوری تحقیق ہوتی ہے ،آٹھ صفحے کا خط ہوتا ہے۔بھئی میں وہ کب پڑھ سکوں گا؟ خط لکھنے کا کوئی ایک ادب ہوتا ہے مختصر لکھیں ، بامقصد لکھیں جواب کی توقع بھی رکھیں کہ مختصر اور بامقصد ہوگا۔اب آپ ایک فرد ہیں اور بندہ جو مرکز میں بیٹھا ہے اس کے پاس سب احباب کے خطوط آرہے ہیں تو وہ کس کس کو آٹھ آٹھ صفحے لکھے گا؟ تو یہ ناراضگی نہیں ہوتی بلکہ میں جواب ای میل میں بھی اور خط میں بھی جتنا ضروری ہو اتنا دیتا ہوں جو بات قابل جواب ہوتی ہے اس کا جواب دیتا ہوں ورنہ جو محض محبت سے خط لکھتا ہے میں بھی پڑھ کر دعا کر دیتا ہوں ، جو دعا کے لئے لکھتا ہے دعا کر دیتا ہوں ، بات ختم۔اب اسے رسید دینا تو ضروری نہیں ہے کہ تمہارے لئے دعا کی ہے۔اسے ناراضگی نہ سمجھا جائے۔شیخ ناراض نہیں ہوا کرتے ۔تنبیہ کرنا ،جھڑکنا ،کسی کو روکنا ،کام کا سختی سے کرنے کو کہنا یہ ناراضگی نہیں ہوتی یہ شیخ کے فرائض میں سے ہوتا ہے یہ ہمارے ساتھ بھی ہوتا تھا آپ کے ساتھ بھی ہوگا کیونکہ یہ استاد شاگرد کا تعلق ہوتا ہے۔استاد کو یاد بھی کرانا ہوتا ہے ،حفظ بھی کرانا ہوتا ہے ،اس پر قائم بھی رکھنا ہوتا ہے پھر کسی وقت تنبیہ کرنا یا جھڑک دینا یا سست کہہ دینا یہ ناراضگی نہیں ہوتی یہ تعمیر کے لئے ضروری ہوتا ہے ۔جو اینٹیں لگاتا ہے کسی وقت اسے ہتھوڑی سے بھی

ٹھوکتا ہے اور کسی وقت اس پر گارا بھی تھوپتا ہے۔تو یہ اس کام کی۔اس فن کی ایک ضرورت ہوتی ہے یہ ناراضگی نہیں ہوتی۔اور یاد رکھیں یہ اللہ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ توفیق ذکر نصیب ہو۔ذکر قلبی اتنی بڑی قیمتی دولت ہے کہ اس دنیا میں اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔اس دنیا میں بھی اس کی بے شمار برکات ہیں۔اللہ پر بھروسہ حاصل ہو جاتا ہے۔اللہ کے سوا کسی سے ڈر نہیں لگتا۔مشکلات اللہ کی مہربانی سے مشکلات نہیں لگتیں ،دکھ،دکھ نہیں لگتے ،ہمتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔بے پناہ فوائد ہیں لیکن اس کی حقیقی لذت قبر میں جا کر آئے گی کہ یہ اس عالم کا سکہ ہے۔یہاں ہمارے پاس اس کی یہ پہچان ہے کہ اعمال میں خلوص بھی پیدا ہو اور اعمال کے ثمرات عملی زندگی میں نظر آئیں۔تو یہ خیال بھی رکھیں ۔ذکر کی پابندی کیجئے ،عبادات کی پابندی کیجئے ،حلال کھایئے ،سچ بولیئے۔

ایک عجب رواج ہے کہتے ہیں جی فلاں بھی ایسا کر رہا ہے فلاں بھی کر رہا ہے۔اس بندے کی حیثیت کیا ہے جو جیسا ماحول ہو اس میں رنگ جائے۔کیا وہ انسان ہے؟ جو کوئی بھی جو کچھ بھی کر رہا ہے آپ اپنی انفرادیت قائم رکھیئے۔کوئی کچھ بھی کر رہا ہے تو آپ اس کے مکلف تو نہیں ہیں ،اس کے پیچھے جانا تو آپ کے لئے ضروری نہیں ،آپ کو اپنی حیثیت قائم رکھنی ہے آپ وہ کریں جو آپ کے محبوب پیغمبر ﷺ نے کیا ہے،کرنے کا حکم دیا ہے۔اوروں کی حیثیت کیا ہے کہ ہم ان کے پیچھے چلیں۔کہتے ہیں فلاں بھی کر رہا ہے فلاں بھی کر رہا ہے۔فلاں کی حیثیت کیا ہے؟ ہمیں تو وہ کرنا ہے جس کا حکم ہمارے حبیب ﷺ نے دیا ہے۔جو آپ ﷺ نے کیا ہے۔تو اپنی انفرادیت قائم رکھیئے ،اپنی حیثیت کو قائم رکھئے یہ تھوڑا سا وقت ہے گذرتے دیر نہیں لگتی۔یہ آگے کی زندگی ہمیشہ بندے کو لمبی لگتی رہتی ہے۔ابھی بڑی فرصت ہے، پتہ تب چلتا ہے جب ملک الموت دستک دے دیتا ہے تو فرصت ختم ہو جاتی ہے ۔لیکن تجربے کے لئے آپ پیچھے دیکھ لیں کہ کل ہم سکولوں میں لڑکے تھے، پڑھتے تھے، نوجوان تھے، گھومتے پھرتے تھے۔کہاں گئی وہ جوانی، کہاں گیا وہ بچپن، کہاں گئے وہ لوگ، کہاں گئیں وہ محفلیں کچھ بھی تو نہیں رہا اور جتنے برس گذر چکے ہیں پیچھے دیکھیں تو لمحے لگتے ہیں۔ ۔زندگی کا بھروسہ نہیں ہے۔ڈٹ کر اور استقامت سے رہیے، جرأت سے رہیے۔ساری دنیا شیطان کے ہاتھوں پریشان ہے کچھ تو افراد ایسے ہوں جن کے ہاتھوں شیطان کو پریشانی ہو۔

اللہ کریم شعور عطا فرمائے سمجھ عطا فرمائے اور توفیق عمل عطا فرمائے۔تلاوت کو سب سے اچھا وظیفہ سمجھیئے۔ہر بندے کو عادت ہوتی ہے کہ وظیفہ بتائیں۔بھئی کلام الٰہی سے بڑا وظیفہ کیا ہے۔پھر ہم منتخب کر لیتے ہیں کہ یہ سورۃ اتنی مرتبہ پڑھیں گے ،آیۃ الکرسی اتنی مرتبہ پڑھیں گے۔اچھی بات ہے۔نبی کریم ﷺ نے بھی بعض سورتوں کے، بعض آیات کے فضائل ارشاد فرمائے ہیں۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صرف وہی پڑھی جائیں باقی قرآن چھوڑ دیا جائے۔قرآن کریم مسلسل تلاوت کیا جائے اس کے ساتھ وہ آیت ،وہ سورۃ بطور وظیفہ پڑھی جائے۔مثلاً حضور ﷺ نے معوذتین، آخری دو سورتیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔جو پڑھے گا شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا،نظر بد سے محفوظ رہے گا ،لوگوں کے شر سے محفوظ رہے گا۔تو کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ باقی کا قرآن چھوڑ دو صرف معوذتین پڑھتے رہو؟ نہیں! تلاوت مسلسل کرو۔جن کے فضائل سنت میں ملتے ہیں وہ اگر ضرورت ہے تو ضرور پڑھو لیکن وہ اس سے الگ پڑھو۔ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ کوئی کہتا ہے میں سورۃ یٰسین روز پڑھتا ہوں باقی سارا قرآن چھوڑ دیتے ہیں۔یہ صحیح نہیں ہے۔سورۃ یٰسین پڑھیں ،سورۃ ملک پڑھیں کون منع کرتا ہے لیکن ساتھ مسلسل تلاوت جاری رہے اس کا اپنا ایک اثر ہے ۔اس کا اپنا ایک ثواب بھی ہے اجر بھی ہے اور دل پر ایک اثر بھی ہوتا ہے۔پھر اُسے سمجھنے کی کوشش کریں، ساتھ عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ کریم توفیق عطا فرمائیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

تنظیم الاخوان پاکستان کے ناظم اعلیٰ

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان

سے خصوصی انٹرویو

میاں علی رضا

ظاہری اور باطنی طور پر اسلام کے احکامات پر عمل کرنا تصوف کہلاتا ہے

2. انسان کا تخلیقی مقصد اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا ہے

3. اسلامی تصوف احکامات شرعی باطنی اور ظاہری دونوں کا مجموعہ ہے

4. خطرے اور نقصان میں وہ ہے جو دین اسلام سے دور ہے

5. ہم بحیثیت مسلمان احکامات شرعی مانتے ہیں لیکن نفاذ نہیں کرتے

6. اگر ہر بندہ اپنا فرض ادا کرے تو کس بندے کا حق باقی رہے گا؟

7. اسلام تلوار سے نہیں اسلام کردار سے پھیلا تھا

8. آجکل عورت کے حقوق کی سب سے زیادہ تنظیمیں ہیں کیا کسی تنظیم نے ماں، بیٹی، بہو، بہن اور بیوی کے حقوق بتائے ہیں

9. وہ لوگ نبی کریم ﷺ نے جو حکم دیا اس پر عمل کرتے ہیں، بنیاد پرست کہلاتے ہیں، ہمیں اس بات پر فخر کرنا چاہئے

10. بہترین اندازِ حکومت کا نظام وہ ہے جو اسلام نے دیا ہے

11. امریکہ نے اسلام سے نظام حکومت لے کر اختیار کیا ہوا ہے

12. امریکہ کا نظام جمہوریت اسلام کے قریب ترین ہے

13. اسلام میں جس طرح خلیفہ چنا جاتا ہے امریکہ میں بھی صدارتی امیدوار اسی طرح چنا جاتا ہے

14. دینی علم کا ہونا اور اُس پر باعمل ہونا دونوں الگ الگ باتیں ہیں

15. گھریلو مسائل سے لے کر عالمی مسائل تک آپ شرعی حکم کو مدِ نظر رکھیں اور عمل کریں آپ کے مسائل حل ہو جائیں گے

16. ہمیں علم ہے لیکن ہم باعمل نہیں اس لئے بھائی چارے کی کمی ہے

17. پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جس کے اردگرد چاردیواری بھی کردو تو بھی وہ چلتا رہے گا

18. پاکستان میں جس قسم کی جمہوریت ہے ویسے ہی حکمران آ رہے ہیں

19. پاکستانی معاشرہ ایسا بن چکا ہے جو بُرائی کی ترغیب دیتا ہے اور اچھائی کے راستے میں رکاوٹ ڈالتا ہے

20. ہمیں جج کا ڈر ہے لیکن اللہ کا ڈر نہیں ہے یہ ہمارے ایمان کی حالت ہے

21. ہمارا اختیار صرف ہماری نیت پر ہے

22. اللہ کا شکر ہے کہ آج بھی طالبان کی شکل میں ایسے لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر جانیں قربان کر رہے ہیں

23. طالبان نے ثابت کر دیا ہے کہ سپر پاور امریکہ نہیں بلکہ صرف و صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے

24. امریکہ افغانستان میں اسلامی خلافت کے خاتمے کے لئے آیا تھا

نوائے ملت: جیسا کہ آپ نے فرمایا کہ آپ کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ سے ہے۔ کیا آپ بتائیں گے کہ نقشبندیہ سلسلہ باقی بڑے تصوف کے سلسلوں سے کن لحاظ سے مختلف ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: جتنے بھی سلاسلِ تصوف ہیں وہ سارے حضرت علیؓ سے کیفیات حاصل کرتے ہیں۔ یہ واحد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ ہے جس کی تربیت مشائخ سے ہوتے ہوئے حضرت ابوبکرؓ تک جاتی ہے۔ باقی سلاسل تصوف میں ہمیشہ شیخ کے پاس حاضر ہونے کی ضرورت رہتی ہے۔ شیخ کے پاس حاضری کے بغیر آپ کی ترقی درجات نہیں ہو سکتی چونکہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں فیض بھی اویسی انداز میں ہوتا ہے۔ حضرت اویس قرنیؒ نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک

پایا لیکن آپؒ کو حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے کا موقع نصیب نہیں ہوا لیکن حضرت اویسؒ نے جو فیض حاصل کیا وہ حضور ﷺ کی ذات مبارکہ سے ہی حاصل کیا اسی وجہ سے اس سلسلہ میں آدمی فیض حاصل کرسکتا ہے اگر وہ اپنے شیخ کے سامنے حاضر نہ بھی ہو۔

باقی سلاسل تصوف سے اللہ تعالیٰ سب کی محنت قبول فرمائے سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کا امتیاز یہ ہے کہ خالق کے ساتھ محنت کروائی جاتی ہے ذکر اذکار کروایا جاتا ہے۔ دوسرے سلاسلِ تصوف میں حضور ﷺ کے دربار تک رسائی نصیب ہوتی ہے لیکن نقشبندیہ اویسیہ سلسلہ میں حضور ﷺ کے دربار سے بیعت کروا کر لامحدود منازل کی طرف سفر کروایا جاتا ہے۔

ندائے ملت: جیسا کہ آپ کے مشاہدے میں آیا ہے کہ صوفیانہ کلام پر گانے اور دھمال کی طرح کا ڈانس پروان چڑھ رہا ہے اور تصوف میں آج کل دھمال اور موسیقی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے آپ کے خیال میں تصوف سیکھنے کے لئے دھمال اور موسیقی سے استفادہ لازمی ہے اور کیا یہ طریقہ ٹھیک ہے کیا اس طریقے سے اپنے خالق کے ساتھ رابطہ قائم ہوسکتا ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: ان صوفیائے کرام جن کا کلام پڑھ کر دھمال ڈالی جاتی ہے اگر ان کی سوانح حیات پڑھ لی جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی اسلام کے کن سنہری اصولوں پر بسر کی تھی۔ کیا انہوں نے بھی دھمالیں ڈالی تھیں جن بزرگوں کا کلام پڑھا جاتا ہے اور دھمال ڈالی جاتی ہے اب جس بزرگ کا کلام ہے اس کلام سے سبق حاصل کرنے کے لئے دھمال کا ذریعہ اپنایا گیا ہے۔ ڈانس اور موسیقی کو ذریعہ بنایا گیا ہے۔ جس بزرگ کی وہ تحریر پڑھی جارہی ہے اس بزرگ کی سوانح حیات دیکھ لی جائے۔ انہوں نے زندگی کیسے بسر کی ہے کیا اس طرح انہوں نے زندگی بسر کی تھی؟ انہوں نے زندگی بحیثیت مسلمان وہ قاعدہ وقانون جو اسلام کے دائرہ کار کے اندر تھا اس کو اپنایا تھا اور اللہ کی مخلوق پر شعری انداز میں پیغام پہنچایا اور شعری انداز میں تبلیغ کی ان کی شعری تبلیغ کو آپ موسیقی پر لے جائیں یہ میری سمجھ سے بالاتر ہے کہ یہ کیا ہے؟

ندائے ملت: کہا جاتا ہے کہ موسیقی روح کی غذا ہے اور موسیقی کو سن کر دھمال ڈال کر بندہ مگن ہو جاتا ہے اور مجذوبیت کی حالت میں اللہ تعالیٰ تک رسائی مل جاتی ہے۔ کیا اس سے اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوسکتی ہے یا تصوف میں ایسا کوئی طریقہ ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: یہ صحیح نہیں ہے بلکہ یہ کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں کو جس طرح باقی دھوکے دیئے جارہے ہیں اسی طرح تصوف کے نام پر بھی دھوکہ دے دیا جائے۔ مسلمانوں کو ڈانس اور موسیقی میں ڈال دیا جائے تاکہ وہ اسلام دِلی طور پر اختیار نہ کریں صرف نام کے مسلمان بن کر رہیں۔ تصوف کے نام پر رواجات اور خرافات کو استعمال کیا جارہا ہے۔ آپ اِسے جو نام مرضی دے لیں لیکن یہ تصوف نہیں ہے۔ دینی احکامات پر کلی طور پر عمل کرنے کا نام تصوف ہے۔ ظاہری طور پر بھی اور باطنی طور پر بھی دین اسلام کے احکامات پر عمل کرنا تصوف کہلاتا ہے اور سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ میں جو ذکر الٰہی کرایا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کی ذات کا ذکر کرایا جاتا ہے اس کی برکت یہ ہوتی ہے کہ قرآن مجید میں کوئی بات بھی ایسے ہی بے معنی نہیں بیان فرمائی گئی۔ 700 سے زائد دفعہ آیات مبارکہ میں ذکر الٰہی کا حکم ہے۔ بلاواسطہ اور بالواسطہ سینکڑوں دفعہ حکم دیا گیا ہے کہ اپنے رب کو کثرت سے یاد کرو۔ اللہ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا کرو اور جب اللہ کے نام کا ذکر کثرت سے کیا جاتا ہے تو رب العالمین کی وحدانیت پختہ ہوتی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ایمان بالغیب میں سب سے بڑی ہے۔ آپ رب کی ذات کو سوچ بھی نہیں سکتے تو یہ جو اللہ اللہ کے ذکر کی تکرار ہے وہ ایمان بالغیب کو انتہائی پختگی عطا کرتا ہے اور نیت میں خلوص عطا کرتا ہے اور انسانی عبادات جتنی بھی ہیں چاہے وہ نفلی عبادات ہیں، فرضی عبادات ہیں یا سنت ہے ان سب میں ایک خلوص پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم عبادات کرتے ہیں دنیاوی معاملات کو دیکھ کر،

میرے گھر بیماری ہے، کاروباری مسائل ہیں وغیرہ وغیرہ۔ قرآنی آیت مبارکہ ہے کہ

''اے بنی نوع انسان اللہ کی عبادت کرو چونکہ اس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے آباؤ اجداد کو پیدا کیا''۔

وہ مالک ہے ہم مخلوق ہیں وہ عبادت کے لائق ہے ہم نے عبادت کرنی ہے۔ انسان کا تخلیقی مقصد اللہ کی عبادت کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا فرمایا ہی اپنی عبادت کے لیے ہے۔ جب دل میں کیفیات نہیں ہوتیں، کامل ایمان نہیں ہوتا، ہم عبادات کا حاصل بھی دنیا کو کرنا شروع کردیتے ہیں لہٰذا جو یہ ذکر الٰہی کی برکت ہے اس سے انسان کا مقصد بھی درست ہوتا ہے، انسان میں بندگی کا احساس پیدا ہوتا ہے۔ ہر عبادت میں پھر خلوص پیدا ہوتا ہے نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ

''اگر انسان کی ایک دفعہ کی تسبیح بھی قبول ہوگی تو وہ اس کی بخشش کے لیے کافی ہے''۔

اس سے یہ سمجھ آتی ہے کہ کیفیات اور خلوص عبادات کے لئے درکار ہوتا ہے جس عبادت میں محبت، خلوص اور پاکیزگی ہوگی اُسے اللہ رب العزت زیادہ مقبول و قبول فرمائے گا۔

ندائے ملت: آج کل تصوف کے مقابلے میں دو قسم کے رجحانات پائے جا رہے ہیں اُن میں ایک مغربی رجحان ہے جسے ہم فلاسفی کہتے ہیں جو کہ مغرب میں مقبول ہے اس پر تحقیق ہو رہی ہے۔ مغرب نے اپنے فلاسفے میں خدائے بزرگ و برتر کو نکال دیا ہے اور یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ انسان کیسے پیدا ہوا، اس کی تخلیق کا مقصد کیا ہے اور کائنات کیسے وجود میں آئی اور دوسرا رجحان ہمارے معاشرے میں پروان چڑھ رہا ہے اسے نام تو تصوف کا ہی دیا جاتا ہے مگر وہ تصوف صوفی یا پیر کے اردگرد ہی رہتا ہے اور دھمال سے شروع ہو کر صوفی یا پیر کے قدموں میں اختتام پذیر ہو جاتا ہے حالانکہ جو آپ تصوف کا مطلب سمجھا رہے ہیں اس کے مطابق تصوف عبادات میں پاکیزگی لانے کے لئے ضروری ہے اور حقیقی تصوف اللہ تعالیٰ کی قربت دلاتا ہے کیا آپ نہیں سمجھتے کہ دونوں اطراف سے حقیقی تصوف پر یلغار کی جا رہی ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ''یہ ذکر میں نے نازل کیا ہے اور اس کا حافظ بھی میں خود ہوں'' اسلامی تصوف احکامات شرعی باطنی اور ظاہری دونوں کا مجموعہ ہے اسلامی تصوف کی بقا روز محشر تک ہوگی حدیث شریف ہے کہ

''جب اللہ اللہ کرنے والا آخری بندہ اس دنیا سے اٹھے گا تب اس دنیا کی بساط لپیٹ دی جائے گی اور قیامت قائم ہو جائے گی''۔ بات یہ ہے کہ یہ کہنا کہ تصوف خطرے میں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ شاید دین خطرے میں ہے۔ خطرے میں وہ ہے جو اسلام سے دور ہوگا جب تک اس دنیا نے قائم رہنا ہے اسلام کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے کرنی ہے۔ اس بات کو جب آپ وسیع معنوں میں لیں گے کہ اللہ کے ذکر کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ نے فرمانی ہے یعنی تعلیمات ظاہری اور تعلیمات باطنی کی حفاظت خود اللہ نے کرنی ہے تو آخری اللہ اللہ کرنے والا بندہ حق پر ہوگا۔ جو ذکر الٰہی اور احکامات کو اختیار نہیں کریں گے وہ نقصان میں ہوں گے۔ یہ بات نہیں ہے کہ حق نہ ماننے سے حق نہیں رہا حق رہتا ہے نہ ماننے والے نقصان اٹھاتے ہیں ہم یا مغربی دانشور ہوں نقصان میں وہ ہوگا جو اللہ کے بتائے ہوئے راستے سے ہٹ جائے گا۔ ہمارے ذمہ داری بحیثیت مسلمان اور بڑھ جاتی ہے کہ ہمیں کل انسانیت کو دین کی تبلیغ کرنی ہے، علماء کرام اور صوفیائے کرام پر دوسروں سے زیادہ ذمہ داری آ جاتی ہے کہ کہیں اگر کوئی غلط بات انہوں نے اللہ کی مخلوق تک پہنچا دی یا کرنے کا حکم دے دیا تو جہاں تک وہ غلطی جائے گی وہاں تک اس غلطی کے وہ بھی حصہ دار ہوں گے۔ بات یہ ہے کہ دین اسلام اور اسلامی تصوف کو کوئی خطرہ نہیں ہے بلکہ اسلام چھوڑنے والوں کو خطرہ ہے۔ آپ مجھے بتائیں کہ اس خطہ زمین پر کیا پہلے دن سے ہی اسلام نافذ تھا؟ نہیں تھا جب اللہ نے چاہا یہاں دین اسلام کو ماننے والے آ گئے۔ کیا آج ہم دین اسلام کو چھوڑ

دیں تو کیا اللہ تعالیٰ ہمارا پابند ہے اللہ پاک کسی اور کو ہدایت عطا فرما دے گا۔ وہ دین کا جھنڈا بلند کر دے گا تاتاریوں کی تاریخ سے تو سب لوگ واقف ہیں۔ انہوں نے کتنی اسلامی ریاستیں ختم کیں، اسلامی ریاستوں کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا کیا شعر ہے کہ

ہے عیاں شورش تاتار کے افسانے سے
پاسباں مل گئے کعبے کو صنم خانے سے

یہ وہی تاتاری تھے جنہوں نے مسلمان کی اینٹ سے اینٹ بجا دی تھی، تاتاریوں نے وہ اسلامی ریاستیں تباہ کر دیں جو ہماری طرح بحث و مباحثے میں مصروف رہتی تھیں کہ کوا سفید ہے یا کہ کالا یا سوئی کے نکے سے فرشتہ گزر سکتا ہے کہ نہیں۔ آج کل اسی طرح کے ہم بھی بحث مباحثے کر رہے ہیں پھر وہی تاتاری اسلام لے آئے اور اسلام کی نشاۃ کے لئے انہوں نے پوری دنیا میں جنگیں لڑیں لہٰذا بدبختی اس کی ہوگی جو حق کو چھوڑے گا۔

ندائے ملت: جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ معاشرے میں بگاڑ بڑی تیزی سے پیدا ہو رہا ہے، چیزیں اور معاملات جتنی تیزی سے غلط سمت میں بڑھ رہے ہیں اتنی تیزی سے واپس ٹریک پر نہیں آ رہی۔ اصلاحِ معاشرہ کا سلسلہ اس تیزی سے پروان نہیں چڑھ رہا۔ اس کی کیا وجہ ہے اور اصلاحِ معاشرہ کے بارے میں آپ کے کیا نظریات اور کاوشیں ہیں؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: میں پچھلے سال انگلینڈ میں تھا۔ وہاں پر ایک پروگرام تھا اور وہاں پر ساری کمیونٹی موجود تھی۔ ایک سکھ سردار صاحب کھڑے ہو گئے جب میں نے اپنا لیکچر ختم کیا تو سردار صاحب نے کہا کہ آپ کی باتیں بہت اچھی ہیں۔ آپ نے بڑی امن کی باتیں کیں۔ امن میں نے ہر جگہ دیکھا اور سنا لیکن میرا سوال یہ ہے کہ دنیا میں امن کیوں نہیں ہے؟ میں نے جواب دیا کہ امن کو پڑھنا اور امن کو ماننا ایک بات ہے اور اس امن کی بات پر عمل کرنا دوسری بات ہے، ہم بحیثیت مسلمان احکامات شرعی مانتے ہیں اور جب نفاذ کی بات آتی ہے تب میں اپنی بات نہیں کروں گا میں دوسروں کی بات کروں گا یعنی ہم عمل نہیں کرتے۔ اب جہاں بھی بات ہو آپ معاشرے کے حالات کو ڈسکس کرنا شروع کر دیں ہر بندہ دلچسپی لے گا جہاں آپ ان کو یہ کہہ دیں کہ آپ اپنا موازنہ کرو اور اپنا کردار بتاؤ آپ معاشرے میں کیا رول ادا کر رہے ہو تو وہ خاموش ہو جائے گا۔ آپ اس تجربہ کو آزما لیں آپ کو پتہ چل جائے گا حقیقت کیا ہے۔ جب تک ہم اپنی تعین کردہ حدود اور لائن پر نہیں آئیں گے۔ اتفاق اور اتحاد کیسے ہوگا ہر بندے کی سوچ اپنی اور ہر بندے کا رنگ و نسل اپنا ہے۔ ہر بندے کی ضروریات اور ترجیحات اپنی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر مہربانی فرمائی اور ہمیں دین اسلام سے نوازا جب ہم دین اسلام کو چھوڑتے ہیں تو ہم حقوق کی بات کرتے ہیں فرائض کی کوئی بات نہیں کرتا اگر ہر فرد اپنا فرض ادا کرے تو کس بندے کا حق باقی رہے گا۔

آپ معاشرے میں نکل کر دیکھ لیں حقوق کی جنگ ہو رہی ہے فرائض کی بات کوئی نہیں کر رہا لہٰذا میں تو کہتا ہوں کہ اپنے فرائض ادا کرو۔ معاشرے میں بگاڑ پروان نہیں چڑھے گا۔ احکامات شرعی کو ماننے سے معاشرہ ٹھیک نہیں ہوگا احکامات شرعی پر عمل کرنے سے معاشرہ ٹھیک ہوگا۔ احکامات شرعی پر عمل کرنا فرض ہے حق نہیں لہٰذا فرائض کا انجام دینا ہی معاشرے کو ٹھیک راستے پر گامزن کرنے کے لئے کافی ہے۔

ندائے ملت: آپ دیکھ لیں پاکستان میں یا پاکستان سے باہر جتنی بھی تنظیمیں اور این جی اوز کام کر رہی ہیں وہ تمام کی تمام حقوق کی تنظیمیں ہیں یعنی کوئی حقوقِ نسواں، بچوں کے حقوق، انسانی حقوق، تعلیمی حقوق وغیرہ وغیرہ اس دنیا میں فرائض کو سرانجام دینے کی کوئی بھی تنظیم اور این جی او نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: دیکھیں جی اگر ہر فرد اپنا فرض ادا کرے تو مجھے بتائیں کسی کا حق بچے گا۔ اگر ہم سب حق کی لڑائی کریں گے تو کسی کا فرض ادا ہو سکتا ہے؟ کسی کو بھی حق نہیں ملے گا۔ یہ آج تک کسی نے نہیں کہا کہ فرض ادا کرو کسی کا حق نہیں رہے گا۔ دین کو ہم مانتے ہیں۔

دین اسلام کو ماننا اور اس ماننے پر یقین ہونا یہ دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ مجھے اگر یقین ہو کہ صبح عدالت میں میری تاریخ ہے اور اگر میں نہ گیا تو فیصلہ میرے خلاف ہو جائے گا۔ میں رات کو سوؤں گا نہیں، میں گھڑی پر الارم لگاؤں گا اور کسی نہ کسی کی ڈیوٹی لگاؤں گا کہ مجھے وقت پر جگا دینا۔ میں پوری کوشش کروں گا کہ عدالت لگنے سے پہلے وہاں پہنچ جاؤں۔ اگر اس کا چوتھائی بھی یقین ہو کہ میں نے اپنے اعمال کو لے کر اللہ کے دربار میں کھڑا ہونا ہے تو کیا کوئی بندہ غلطی کر سکتا ہے۔ سپریم کورٹ کا جج بھی تو ہماری طرح انسان ہے لیکن جہاں مالک کُل اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دینا ہے اگر ایمان کی شرائط کے ساتھ یقین پختہ ہو تو کیا کوئی بندہ جرأت کر سکتا ہے کہ وہ غلطی کرے۔ حدیث شریف میں ارشاد ہوتا ہے کہ:

"قیامت کے دن اگر کسی سے یہ سوال ہو گیا کہ یہ کام تو نے کیوں کیا، جس سے یہ سوال ہو گیا اس کو دوزخ سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

مطلب یہ کہ کسی کے پاس کوئی جواز نہیں کہ میں نے یہ کام کیوں کیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تم نے میرا حکم کیوں نہیں مانا تو وہ بندہ کیا جواب دے گا۔ کیا یہ کہے گا کہ میری ترجیحات اور تھیں۔

اسلام کو آپ مکمل طور پر اپنے اوپر نافذ کریں آپ کو مزید کسی تقسیم اور تشریح کی ضرورت نہیں رہے گی، بحیثیت بیٹا آپ کو اسلام کیا حکم دیتا ہے، بحیثیت والد، ماں، بیٹی، بیوی، بہن وغیرہ اسلام آپ کو کیا حکم دیتا ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ بحیثیت معاشرے کا فرد اسلام آپ کو کیا حکم دیتا ہے۔ اسلام آپ کو غیر مسلم سے کیسا سلوک کرنے کو کہتا ہے۔ آپ صرف اسلام پر عمل کریں باقی تو خوبصورت ترین تقسیم مسلمان بنا کر اللہ رب العزت نے کر دی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے بہتر کون تقسیم کر سکتا ہے۔ دیکھیں جب حضور ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی خلافت کی بنیاد رکھی تو گنتی کے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ نے مدینہ منورہ اس لئے ہجرت کی کیونکہ مکہ میں کفار کی مخالفت اتنی شدید تھی کہ آپ ﷺ کا رہنا مشکل ہو گیا تھا۔ اس ہجرت کے پیچھے کیا حکمت تھی یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں ایسا نہیں کہ اللہ تعالیٰ چاہے اور کفار نبی کریم ﷺ کا رہنا مشکل کر دے ایسا نہیں ہو سکتا یہ ایک الگ بحث اور ایشو ہے۔ میں اپنی دانش اور انسانی عقل کے حوالے سے بات کر رہا ہوں۔ نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ سے اسلامی خلافت کی بنیاد رکھی۔ آنے والے چند سالوں میں اسلامی خلافت دنیا کی سب سے بڑی ریاست کیسے بن گئی؟ آج تو یہ کہہ دیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار کے ذریعے پھیلا۔ اسلام تلوار سے نہیں اسلام کردار سے پھیلا تھا۔ آپ ﷺ نے قرآنِ کریم میں زندگی گزارنے کے جو طریقے اور حکم فرمائے آپ نے وہ اختیار کیا اور اپنے ساتھیوں صحابہ کرام کو بھی وہی حکم دیا جو قرآنِ کریم نے بتایا تھا۔ حضور ﷺ نے قرآنی احکامات کو سب کے سامنے اختیار کیا اور عمل کر کے دکھایا۔ ایک ایک کام کو کر کے دکھایا۔ آج کل عورتوں کے حقوق کی سب سے زیادہ تنظیمیں ہیں مجھے یہ کوئی بتائے کہ مغرب جو حقوق کی تنظیموں کا علمبردار ہے کیا مغرب ماں کے حقوق بتاتا ہے، کیا بہن کے حقوق مغرب بتاتا ہے، کیا بیوی کے حقوق مغرب بتاتا ہے، بیٹی کے حقوق مغرب بتاتا ہے۔ آپ انٹرنیٹ پر ان کے معاشرے کی تفصیلات دیکھیں آپ کو پتہ چل جائے گا کہ مغرب رشتوں کی پاسداری کس طرح کر رہا ہے۔ مغرب کا حربہ ہے جو کہ مسلمانوں پر آزمایا جا رہا ہے ہمیں بنیاد پرست کہتے ہیں اور ہم ڈر جاتے ہیں۔ ہمیں تو کوئی اگر بنیاد پرست کہے تو ہمیں فخر ہونا چاہیے۔ بنیاد پرست کا مطلب ہے کہ وہ لوگ جو نبی کریم ﷺ نے حکم دیا اس کو مانتے ہیں وہ بنیاد پرست ہیں۔ یہ تو فخر کی بات ہے۔ میڈیا پر آج مغرب کا کنٹرول ہے۔ ہم دنیاوی تعلیم میں بھی ان سے پیچھے ہیں، نالائق ہیں۔ جو جس شعبے میں آگے ہو گا حکم بھی تو اس شعبے میں اس کا ہی چلے گا۔ دنیا میں حکم مغرب کا اس لئے نہیں چلتا کہ ان کی "چمڑی گوری" ہے۔ اس لئے حکم چلتا ہے کہ انہوں نے دنیا میں ہم سے زیادہ محنت کی ہوئی ہے۔ ہم نے دین بھی چھوڑ دیا اور دنیا بھی چھوڑ دی ہے۔ دنیا میں ہم دھکے کھا رہے ہیں آگے آگے دنیا اور پیچھے پیچھے ہم ہیں۔

ندائے ملت: جدید تاریخ میں سرمایہ داری نظام اور کیمونزم کا بڑا چرچا ملتا ہے کبھی کیمونزم کا عروج اور کبھی سرمایہ داری نظام کا عروج رہا ہے۔ آج دونوں ختم ہونے جا رہے ہیں خلافت کے بعد جو زوال آیا اس کے باوجود ان دونوں نظاموں کے مابین اسلام بھی موجود رہا۔ پھر جمہوریت کا لفظ آیا اور جمہوری نظام کی بنیاد رکھی گئی اور کہا گیا کہ بہترین نظام جمہوری نظام ہے جس میں ہر مسئلے کا حل موجود ہے، کیا جموریت خلافت کی نفی ہے یا خلافت کا ہی کوئی جدید نام ہے، اگر جمہوریت ہی تمام مسائل کا حل ہے تو پھر مسائل حل ہونے کی بجائے بڑھ کیوں رہے ہیں، کیا مسلمانوں کے زوال کی وجہ جمہوریت ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: بات یہ ہے کہ اسلام نے جس وقت جمہوریت کی بات کی تھی اس وقت دنیا میں بادشاہی نظام رائج تھا۔ بہترین اندازِ حکومت کا نظام جو ہے وہ اسلام نے دیا ہے۔ بات آتی ہے جمہوریت کی، جمہوریت جمہور سے نکلا ہے۔ جمہور کسے کہتے ہیں کسی شعبے میں اس شعبے کے ماہرین کی رائے کو جمہور کہتے ہیں۔ آپ کا مقدمہ عدالت میں ہے آپ دنیا کے بہترین ڈاکٹر لے آئیں کیا وہ اس مقدمے کو حل کرلیں گے اس کیس میں جمہور رائے کس کی چاہیے ہوگی؟ اس کی جو اس شعبے کا ماہر ہوگا اگر کوئی آپریشن کرنا ہے اور آپ سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کو بھی لے آئیں تو کیا وہ آپریشن کرلے گا۔

اب ہمارا جو مسئلہ ہے اور جمہوریت ہے اس میں چیف جسٹس کا بھی ایک ہی ووٹ ہے اس چرواہے کا بھی ایک ووٹ ہے جس کا آبادی سے کوئی تعلق ہی نہیں سارا دن وہ جنگل میں رہتا ہے دونوں کا ووٹ برابر ہے۔ مجھے بتائیں کہ کیا وہ چرواہا یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ عالمی سطح پر یا ملکی سطح پر کون سا صدر یا وزیراعظم بہتر رہے گا۔

اب آپ اسی حکومت کو لے لیں جو پاکستان میں ہے۔ کتنے فیصد ووٹ کاسٹ ہوئے تھے۔ میرے خیال میں 30 سے 32 فیصد ووٹ ان حالیہ انتخابات میں کاسٹ ہوئے تھے۔ ان 32 فیصد میں سے پیپلز پارٹی نے کتنے فیصد ووٹ حاصل کئے تھے میرے اندازے کے مطابق پیپلز پارٹی نے تقریباً 10 فیصد ووٹ حاصل کئے تھے۔ اب حکومت پیپلز پارٹی کی ہے۔ اب مجھے بتائیں جو بندہ 100 بندے پر حکومت کر رہا ہے اس کے کتنے ووٹ ہیں؟ صرف دس۔ دس بندوں کی وجہ سے وہ 100 بندوں پر حکومت کر رہا ہے کیا اسے جمہوریت کہتے ہیں کہ 90 بندے دھکے کھا رہے ہیں اور دس بندوں والا حکومت کر رہا ہے۔ امریکہ میں جو جمہوریت کی قسم یا جمہوری نظام موجود ہے وہ اسلام سے قریب ترین ہے۔ کیا امریکہ دنیا کا لیڈر نہیں بنا ہوا۔ معاشی بحران بھی امریکہ اپنے پنگوں کی وجہ سے آیا ہوا ہے۔ اگر وہ افغانستان اور عراق پر حملہ نہ کرتا تو وہ معاشی طور پر مضبوط ہی رہتا۔ ان جنگوں کی وجہ سے امریکہ تباہ ہو جائے گا لیکن ظاہری طور پر امریکہ جمہوری لحاظ سے کامیاب ترین ملک ہے۔ پاکستان کے سارے لیڈر ایک دوسرے کے ساتھ دست و گریبان ہیں۔ امریکہ نے اسلام سے نظام لے کر اختیار کیا ہوا ہے۔ دنیا میں اگر کوئی نظام اسلام کے قریب ترین ہے تو وہ امریکہ میں ہے۔ ہمیں یہ جمہوریت دی گئی ہے جس میں 10 بندے جس کے ساتھ ہوں وہ 100 بندے پر حکومت کرے۔ امریکہ میں جو بندے چُنے جاتے ہیں وہ ہر بندہ نہیں چنتا وہ مخصوص لوگ چنتے ہیں۔ دونوں جماعتوں کے مخصوص لوگ اپنے امیدوار چنتے ہیں پھر پارٹی الیکشن کے ذریعے اپنا انتخاب عام بندے کے سامنے لاتے ہیں کہ ہم نے صدر کے لئے فلاں بندہ چُنا ہے۔ یہی تو اسلامی نظام ہے۔ اسلام میں جو مخصوص اور سینئر ترین لوگ بندہ چنتے تھے اور پھر عوام کے سامنے اسے لاتے تھے تاکہ وہ اس کا انتخاب کریں۔ یہ ہمارا خلیفہ یا ہمارے امیر المومنین ہونگے۔ قریب ترین اسلامی نظام امریکی جمہوریت ہے۔ امریکہ پاکستان کو کہتا ہے کہ سارا کچھ اختیار کرو۔ یہ تعلیم لاؤ، فلاں نظام لاؤ لیکن خبردار ہمارا حکومتی انداز اختیار نہ کرو۔ میں نے آپ کو خلیفہ چننے کا طریقہ بتایا ہے۔ مسلمان اس طرح خلیفہ چنتے تھے اور امریکہ میں بھی صدارتی امیدوار اسی طرح چُنے جاتے ہیں۔ امریکہ

میں ایک صدر کے تبدیل ہونے سے 84 ہزار سرکاری جگہوں پر بندے تبدیل ہوجاتے ہیں۔ وہ منتخب افراد نہیں ہوتے بلکہ وہ صدر کی ٹیم ہوتی ہے جو اپنے ساتھ لے کر آتا ہے۔

ندائے ملت: ہمارے معاشرے میں بڑے مسائل میں سے ایک مذہبی، لسانی اور نسلی فرقہ بندیاں ہیں جب ہم سب مسلمان ہیں تو متحد کیوں نہیں ہوتے، ہمارے اندر کیا خامی اور کمی ہے جس کی وجہ سے ہم ایک نہیں ہوتے، بھائی چارہ ختم ہو چکا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ علم کا ہونا اور باعمل ہونا دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ دینی علم کا ہونا اور دینی علم پر باعمل ہونا دونوں مختلف باتیں ہیں۔ آپ تجربہ کر لیں اگر دین کو ہم اپنی زندگی میں نافذ کر لیں، دوستی میں دراڑ آجائے، میاں بیوی کا جھگڑا ہوجائے، باپ بیٹے کی لڑائی ہوجائے حتیٰ کہ جہاں بھی کوئی مسئلہ بن جائے تو آپ صرف اتنا جان لیں کہ یہاں پر شرعی حکم کیا ہے۔ شرعی حکم پر عمل کیجئے گا اور پھر دیکھنا کیا وہ مسئلہ باقی رہے گا۔ آپ تجربہ کر لیں، گھریلو جھگڑا ہو یا معاشرتی مسئلہ ہو یا پھر بین الاقوامی معاملہ ہو آپ شرعی حکم کو مدنظر رکھیں اور اس پر عمل کریں آپ کے مسائل حل ہو جائیں گے۔ آپ نے امن کی بات کی تھی کہ امن کیوں نظر نہیں آتا۔ دیکھیں پولیس سب سے کرپٹ ترین محکمہ سمجھا جاتا ہے مجھے یہ بتائیں کہ موٹروے پر ٹرک والا اشارہ لگا کر کیوں لائن تبدیل کرتا ہے۔ وہاں پر قانون کا نفاذ ہے اسے پتہ ہے کہ جرمانہ ہوجائے گا جو قانون ہے وہ عمل میں ہے۔ موٹروے سے اترتے ہی ٹرک ڈرائیوروں کا رویہ آپ دیکھ لیں بدل جائے گا۔

جو بھی قانون ہے اس کو من وعن نافذ کر دیں یہ بحث نہیں کہ، یہ قانون غلط ہے یا صحیح ہے۔ جو بھی قانون ہے اسے نافذ کر دیں۔ پھر دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ موٹروے پر قانون نافذ ہے تو کتنا فرق ہے ہم متحد اس لئے نہیں ہوتے کیونکہ ہمارا جو بھی مسلک یا فرقہ یا علاقہ ہے اس کے اصولوں پر عمل نہیں کرتا۔ ہمیں علم ہے لیکن باعمل نہیں ہیں اس لئے بھائی چارے کی کمی ہے۔

ندائے ملت: پاکستان کے محل وقوع کے حوالے سے آپ کا تجزیہ کیا ہے، بین الاقوامی لحاظ سے پاکستان کی جغرافیائی اہمیت اور حیثیت کیا ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: پاکستان دنیا کا سب سے بہترین ملک ہے۔ سطح سمندر سے لے کر برفانی چوٹی تک درمیان میں موسم پائے جاتے ہیں جو کہ صرف اللہ تعالیٰ نے اس خطے میں پیدا فرمائے ہیں ہمارے پاس گرم سمندر ہے اور بلند ترین پہاڑ اور چوٹیاں ہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمارا ملک ایک ترتیب اور ترکیب کے ساتھ بنا ہے۔ اگر سمندر کی جگہ پہاڑ اور پہاڑ کی جگہ سمندر ہوتے تو پاکستان کا توازن برقرار ہی نہ رہتا۔ سمندر سے پہاڑ تک دنیا میں دو دو موسم ہوتے ہیں ہمارے ہاں 8 موسم پائے جاتے ہیں۔ دنیا کے ملک ایک ایک تیل کے ذخیرے پر بادشاہی کر رہے ہیں ہمارے پاس دنیا کے بڑے بڑے معدنیات کے ذخائر موجود ہیں۔ پاکستان کے اوپر موسم اور نیچے معدنیات ہیں، دونوں کارنر (کونے) موجود ہیں گرم سمندر بھی ہے اور بلند ترین چوٹیاں بھی ہیں۔ اس کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو آب وہوا میں پیدا کیا وہ بھی پاکستان کو دے دیا اور جو زمین کے پیٹ میں ہے وہ بھی عطا کر دیا۔ پاکستان کے لوگ انسانی رویے پڑھنے کے ماہر ہیں بڑے عقل مند اور ذہین ہیں۔ مغرب جو دنیا کی رہنمائی کر رہا ہے ان کو تو ایک ایک بات سمجھانی پڑتی ہے اللہ تعالیٰ نے پاکستان کو دنیا کی ہر نعمت دی ہے پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے اس کو چار دیواری میں ڈال دو یہ پھر بھی چلتا (Survive) رہے گا، قائم رہے گا اپنی بقا قائم رکھے گا ہمیں تو ہمارے حکمرانوں نے مار دیا ہے۔

ہمارے ملک میں جس قسم کی جمہوریت ہے اس میں ایسے ہی حکمران آسکتے ہیں۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے لاہور ریلوے سٹیشن پر تقریر کی تھی جس میں انہوں نے کہا تھا کہ "میں پاکستان کے خلاف نہیں ہوں لیکن میری ایک بات یاد رکھنا کہ پاکستان کے نام پر آپ کے ساتھ دھوکہ

ہونے جارہا ہے، ایسا دھوکہ کہ تم پاکستان میں دین ڈھونڈتے پھرو گے اور تمہیں دین نہیں ملے گا"۔

آج پاکستان کی سٹڈی کریں تو پتہ چلتا ہے کون حکمران ہے، کیسے وہ حکمران بنا، ہمارا نظام تعلیم کیسا ہے وغیرہ وغیرہ۔ پاکستان کا معاشرہ ایسا بن چکا ہے جو برائی کی ترغیب دیتا ہے اور اچھائی کے راستے میں رکاوٹ ڈالتا ہے۔

پاکستان جیسا ملک پوری روئے زمین میں نہیں جو جغرافیائی، ماحولیاتی اور علاقائی لحاظ سے نہایت ہی اہمیت کا حامل ہے۔

ندائے ملت: پاکستان میں بے شمار مسائل ہیں ہر سطح پر مسئلہ موجود ہے آپ کے نزدیک ان خرابیوں اور مسائل کا حل کیا ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: میں سمجھتا ہوں کہ مسائل کی وجہ دین سے دوری ہے۔ تصوف کے سلسلے کے ایک ادنیٰ سے کارکن ہونے کی حیثیت سے میرا خیال ہے کہ ہم نے دین اور دینی احکامات تک رسائی حاصل کر لی ہے لیکن کیفیات محمد ﷺ تک ہم نے رسائی حاصل نہیں کی۔ ہمارے دلوں میں جب نور نبوت ﷺ آئے گا اور جب احکاماتِ ظاہری پر کلی طور پر ہم پابند ہو جائیں گے تو مسائل حل ہو جائیں گے یعنی ہمیں جج کا ڈر ہے لیکن اللہ کا ڈر نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں ظاہر پر اعتماد ہے لیکن رب العزت کی ذات پر شک ہے۔ اگر میں اور آپ اللہ تعالیٰ کو کلی طور پر اور باطنی طور پر نہ مانیں تو کیا ہو جائے گا۔ فرعون نہیں مانا تو آج اس کی سلطنتیں ہیں؟ نمرود نہیں مانا تھا کیا آج اسکی سلطنتیں ہیں؟ اپنا اپنا حصہ سمیٹ کر سب چلے جائیں گے ہمارا حساب پھر آگے ہوگا جیسا کہ ہم سے پہلوں کا ہوا ہے یا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ نے ارواح پیدا فرمائیں اور حضور ﷺ کی امامت میں ان سے عہد لیا کہ تمہارا رب کون ہے؟ آپ میڈیکل سائنس پڑھ لیں۔ ماں کا پیٹ ایک جہان ہے۔ بچہ پیٹ میں ہنستا بھی ہے، بچہ روتا بھی ہے اسے خوراک بھی ملتی ہے۔ ماں کے پیٹ میں زندگی کی تمام علامات ہیں لیکن ہوش نہیں ہے۔ بچہ مُکلف (ذمہ دار) نہیں ہے۔ وہ ایک پابند انداز ہے جس میں چل رہا ہے۔ بچہ پھر اس جہان میں آتا ہے اس جہان میں بچہ مُکلف (ذمہ دار) ہو جاتا ہے۔ اب اس مکلف سے ہمارے پاس اختیار کیا ہے۔ کیا پیدا ہونے پر اختیار ہے؟ کیا شکل وصورت پر ہے؟ صحت بیماری پر اختیار ہے؟ موت پر اختیار ہے؟ ہمارا اختیار کس پر ہے ہم جو کہتے ہیں کہ دنیا میں چلا رہا ہوں تو میرا اختیار کس پر ہے۔ صرف اختیار ہمارا ہماری نیت پر ہے کہ ہم نے اللہ کا شکر گزار بننا ہے۔ باقی ارد گرد از خود چلتا رہتا ہے۔ ہم سے بہادر اور طاقتور لوگ ادھر رہے ہیں آج وہ کدھر ہیں۔ بات فقط اتنی ہے اور سلاسلِ تصوف شعبہ ایسا ہے جو آدمی کو کیفیت دیتا ہے۔ میں جب یہ سمجھتا ہوں کہ اگر صبح میں عدالت میں پیش نہ ہوا تو فیصلہ میرے خلاف ہو جائے گا یہ ایک علم اور ایک کیفیت ہے۔ شرائط ایمان جتنی بھی ہیں اگر ان کے ساتھ تصدیق بالقلب نہ ہو تو ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ سلاسلِ تصوف میں جو ذکر کرواتے ہیں وہ انسان کو اس قابل بناتے ہیں کہ انسان کو شرائط ایمان پر پختہ یقین آجائے۔

ندائے ملت: آج کل پڑھے لکھے لوگ یہ سوال کرتے ہیں کہ قرآن، حدیث اور سنت نبوی ﷺ ہمارے پاس موجود ہے ہمیں بزرگوں کی کیا ضرورت ہے اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: تعلیمات ظاہری میں آپ نے وکالت پڑھنی تھی تو آپ کو استاد کی ضرورت پڑے گی۔ اگر استاد نہ بھی ہو آپ کے اندر قابلیت اور استعداد ہو تو آپ وکالت پڑھ سکتے ہیں وہ جس کا استاد ہے اور وہ جس کا استاد نہیں اس میں فرق ضرور رہے گا۔

کیفیات تحریر میں نہیں آتی اور کسی بزرگ کے پاس جانا اس لئے ضروری ہے۔ حضرت اویس قرنیؒ نے حضور ﷺ کا زمانہ مبارک پایا لیکن آپ کی صحبت نصیب نہیں ہوئی۔ آپ صحابی نہیں بن سکے جو صحابی کی خدمت میں حاضر ہوا اسے تابعین کا درجہ ملا جو تابعین کی خدمت میں حاضر ہوا اسے تابع تابعین کا درجہ ملا بغیر حاضری کے کسی کو بھی روحانی درجہ نصیب نہیں ہوا۔ اسلام کی ظاہری تعلیم آپ خود بھی

پڑھ سکتے ہیں۔اس میں گمراہی اور غلطی کا اندیشہ ضرور ہے لیکن آپ پڑھ سکتے ہیں یہ ممکن ہے لیکن کیفیات کے لئے اللہ نے یہ طریقہ پسند فرمایا ہے کہ بزرگ کے پاس حاضر ہونا ضروری ہے۔جس طرح تبع تابعین تک میں نے تسلسل بتایا ہے اس طرح آج بھی روشن قلوب والے صوفیائے کرام اور بزرگ موجود ہیں۔ان کے پاس جانا پڑتا ہے ان سے رہنمائی لینی پڑتی ہے۔اس لئے کہ یہی طریقہ اللہ تعالیٰ نے پسند فرمایا ہے اور یہی سنت ﷺ طریقہ ہے جتنی قیمتی کوئی چیز ہو اتنی زیادہ اس کی نقل مارکیٹ میں آجاتی ہے۔آپ یقین مانیں کہ جو کیفی طور پر ساتھ چلتے ہیں اور ذکر کرتے ہیں ان سے کہا جائے کہ اس کی جان لینی ہے وہ دوسری مرتبہ سوچیں گے بھی نہیں اور قتل کر دیں گے۔ انہیں (Die-Heart) کہتے ہیں کیونکہ کیفیت کا انہیں پتہ ہوتا ہے کیونکہ کیفیت تو تحریر میں آتی ہی نہیں۔آپ اپنے معاشرے میں دیکھ لیں آپ کو بڑے بڑے آستانے اور حجرے ملیں گے بڑے بڑے نام ملیں گے بڑے بڑے صاحبزادگان میری طرح ملیں گے۔ان کے پاس ہوگا کچھ نہیں صرف باتیں ہوں گی۔امیر محمد اکرام اعوان صاحب فرماتے ہیں کہ اگر آپ کسی جگہ گئے ہو اور آپ جاننا چاہتے ہو کہ مجھے کیا حاصل ہوا ہے تو غیر جانبداری سے اپنا دل دیکھ لو۔جتنے لمحے میں بیٹھا ہوں کیا مجھے خوف خدا آیا ہے۔ایک لمحہ بھی ایسا نصیب ہوا تو اگر وہاں سے تم کو دھکے ملیں تو بھی اس جگہ کو نہ چھوڑنا اور جہاں پر کوڑے آئے تھے اور کوڑے چلے گئے وہاں اگر تم کو صوفے اور پروٹوکول ملے اس جگہ دوبارہ نہ جانا۔جس کے پاس میں اور آپ جاتے ہیں وہ سب سے پہلے ہم سے دنیا لیتا ہے۔پھر کوئی دوسری بات کرتا ہے۔ذکر آپ کو کیفیت دے گا اور کیفیت آپ سپرائٹ (کولڈ ڈرنک) کی بیان نہیں کر سکتے تو پھر آپ ذکر کی کیفیت کو کیسے بیان کر سکتے ہیں۔ذکر دین کا حصہ ہے۔فقہ مکمل ہی تب ہوتی ہے جب ظاہر اور باطنی دونوں علوم سیکھے جائیں۔ظاہری علم حاصل کر کے فقہ کی تکمیل نہیں ہوتی کیونکہ کئی دفعہ آپ کو تباہ برباد کرنے کا سبب آپ کا ظاہری علم بن جاتا ہے۔

ندائے ملت: افغان جہاد اور افغان طالبان کی جدوجہد کے بارے میں آپ کے خیالات کیا ہیں؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: جہاں تک بات ہے افغانستان میں طالبان کی جنگ کی تو شکر ہے کہ آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نام پر جانیں قربان کر رہے ہیں اور وہ طاقت جسے دنیا میں سپر پاور کہا جاتا ہے، انہی طالبان نے ثابت کر دیا ہے کہ سپر پاور کوئی بھی نہیں ہے سپر پاور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ پاکستان میں ان کے نام پر کیا کیا ہو رہا ہے۔یہ ایک الگ بحث ہے۔ ہمارے ہاں جو مساجد میں بم دھماکے اور بے گناہ لوگ مارے جا رہے ہیں یہ بات تو میری سمجھ میں نہیں آتی۔افغانستان میں جو ہو رہا ہے وہ حق ہے۔اللہ انہیں کامیابی دے۔طالبان کا مستقبل روشن ہے وہ دونوں صورتوں میں فاتح ہیں جو شہید ہو گئے وہ بھی اللہ کے نام پر شہادت لے گئے وہ بھی فاتح ہیں اور جو لڑ رہے ہیں وہ بھی فاتح ہونگے اور جو امریکہ کو بھگا کر یہاں غازی کی صورت میں رہیں گے وہ بھی اپنے دین کا نام روشن کریں گے۔امریکہ اگر افغانستان میں ٹھہر سکتا تو طالبان سے مذاکرات کی بھیک نہ مانگ رہا ہوتا۔

ندائے ملت: پاکستان میں نیٹو سپلائی کا ایشو بنا ہوا ہے اور کچھ پاکستان کے مفتی حضرات نے نیٹو سپلائی کی بحالی کے حق میں فتویٰ بھی دیا ہے کہ سپلائی کو کھول دینا چاہئے تاکہ خوراک پہنچ سکے، کچھ علماء حضرات یہ کہہ رہے ہیں کہ نیٹو سپلائی بحال بالکل نہیں ہونی چاہئے کیونکہ یہ ہمارے طالبان کے خلاف استعمال ہو رہی ہے۔اس بارے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ نیٹو سپلائی بحال ہونی چاہئے کہ نہیں اور اگر سپلائی بحال ہو جاتی ہے اور اسلحہ اور سامان افغانستان پہنچ جاتا ہے کہتے تو یہ ہیں کہ 2014ء میں امریکہ یہاں سے نکل جائے گا تو پھر کس لئے یہ سپلائی بحال کروائی جا رہی ہے؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: بات یہ ہے جی کہ امریکہ کو وسطی ایشیا سے بھی راستہ مل سکتا ہے۔انہیں روس سے بھی راستہ مل سکتا ہے۔امریکہ

اپنی ترجیحات پر معاملات کو طے کرتا ہے۔ جہاں تک کھانے پینے کی چیزوں کو بھیجنے کا سوال ہے تو غزوہ بدر میں پانی کے کنوے کا واقع تو سب نے سنا ہوگا۔ اسلامی فوج وہاں پر پہلے پہنچی تھی اور پھر حضورﷺ نے کنویں پر قبضہ کرنے کے بعد کیا حکم دیا تھا۔ جو علما نیٹو سپلائی کھولنے کی بات کرتے ہیں انہیں اس حوالے سے بات کرتے ہوئے یہ دیکھنا چاہئے کہ ایسے موقع پر حضورﷺ کی زندگی ہمیں کیا بتاتی ہے۔ جنگ میں جو قوانین حضورﷺ نے بیان فرمائے ہیں ان سے بڑھ کر تو کوئی نہیں بیان فرما سکتا۔ ان حدود قیود کو سامنے رکھ کر پھر بات کرنی چاہئے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے حکمرانوں کے مفادات مغرب اور امریکہ سے منسلک ہیں وہ ان سے باہر نہیں جاسکتے۔ وہ صرف اتنا کرتے ہیں کہ وہ عوام کی آنکھوں میں بھی دھول جھونک سکیں اور اپنے آقاؤں امریکہ اور مغرب کے سامنے بھی سرخرو ہو جائیں۔

بات یہ ہے کہ امریکہ افغانستان میں کس لئے آیا تھا۔ بش کی تقریر ریکارڈ پر موجود ہے امریکہ افغانستان میں اسلامی خلافت کے خاتمے کے لئے آیا تھا۔ اسلامی خلافت کے خاتمے کے لئے جہاں کا فرلڑ رہے ہوں وہاں ان کی سپورٹ کرنا سمجھ سے بالاتر ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پاکستان ایک مسلمان ملک ہے۔ اتنی میری بات کافی ہے سمجھنے والے سمجھ جائیں گے۔

قاری خود فیصلہ کریں کہ یہ سپلائی کھلنی چاہیے یا نہیں کھلنی چاہیے۔

ندائے ملت: آج کل پاکستان کی سپریم کورٹ میں استثنیٰ کا معاملہ زیر بحث ہے، آئین میں یہ لکھا ہے کہ اقتدار اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور نیچے صدر جو مرضی کرے اسے تمام جرائم میں استثنیٰ حاصل ہے کیا یہ تصادم نہیں ہے۔ آپ پاکستان کے آئین کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: عدالتوں کے پاس قانون کی تشریح کرنے کی طاقت تو ہے لیکن نافذ کرنے کی استطاعت نہیں ہے۔ نفاذ انتظامیہ کے پاس ہے اور انتظامیہ ساری حکومت کے ماتحت ہوتی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ سپریم کورٹ میں جتنے بھی قومی سطح کے معاملات ہیں ان کا فوری ٹرائل کر کے فیصلے کر دیئے جائیں۔ آج ان پر عمل نہیں ہوگا لیکن کل شاید کوئی آنے والا اس پر عمل کر دے۔ اس وجہ سے نیچے عوامی سطح پر مقدمات اتنے التوا کا شکار ہوتے ہیں۔ نیچے جوڈیشل پالیسی کو مزید موثر بنانا چاہیے تا کہ جتنے زیر التوا مقدمات میں ان کو نمٹایا جائے۔

سپریم کورٹ کو انصاف کرنا چاہیے نتیجہ جو بھی نکلے اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا نہ ہو لیکن ڈنکے کی چوٹ پر فیصلہ صادر کرے۔ اسلامی نقطہ نظر سے کسی کو بھی استثنیٰ حاصل نہیں ہے سپریم کورٹ اگر ایک مسلمان ملک کی عدالت ہے تو پھر فیصلہ کرے۔ نتائج کی فکر نہ کرے۔

ندائے ملت: عالمی تجزیہ نگار اور ہمارے ملک کے تجزیہ نگار یہ کہتے ہیں کہ مغرب اور امریکہ۔ پاکستان کو کمزور کئے بغیر یہاں سے نہیں جائیں گے، ان کی پاکستان پر نظر ہے آپ کے نزدیک پاکستان میں ایسی کیا خاص بات ہے جو پوری دنیا کی توجہ کا مرکز بنا ہوا ہے حالانکہ ہمارے مقدس مقامات مشرقِ وسطیٰ اور عالم عرب میں ہیں ان پر دجالی قوتوں کی نظر کیوں نہیں جاتی؟

صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان: ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں آپ کے سوال کا ایک پہلو یہ ہے کہ پاکستان پر اتنے دباؤ کی وجہ کیا ہے۔ اسی سوال میں مثبت پہلو (Positivity) یہ ہے کہ ہم اس قابل ہیں تو ہمارے مخالفین کو ہماری فکر ہے۔ تمام کمزوریوں، تمام خرافات اور معاشی انتشار کے باوجود ابھی بھی پاکستان میں یہ اہلیت موجود ہے کہ کوئی بھی ایک لیڈر آ جائے جو سسٹم سیدھا کر دے۔ میں ہٹلر کے حق میں اور مخالفت میں نہیں ہوں لیکن سمجھانے کے لئے مثال دے رہا ہوں کہ جرمنی میں ہم سے زیادہ حالات برے تھے۔ ہٹلر نے جب ٹیک اور (Take Over) کیا تو پانچ سال بعد اس نے پوری دنیا کے خلاف اپنی قوم تیار کر لی تھی۔ دوسری جنگ عظیم شروع کر دی تھی۔ 5 سال پہلے وہ ملک جسے ہر ہمسایہ ملک مار رہا تھا انتظامی طور پر اس قابل

بنا دیا کہ 5 سال بعد وہ دنیا کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ پاکستان میں اسباب، لیاقت، اہلیت اور باعمل مسلمان بھی اتنے ہیں ان کو ایک دفعہ لائن دینے کی ضرورت ہے۔ جرمنی کو ہٹلر نے 5 سال میں ٹھیک کیا تھا پاکستان کو اگر لیڈر مل جائے تو یہ 2½ ڈھائی سال میں سیدھا ہو جائے گا۔

مغرب نے مدینہ منورہ کی سٹڈی کی ہے آپ برطانیہ کو دیکھ لیں، انہوں نے جو فلاحی قوانین بنائے ہوئے ہیں انہیں وہ (Saint Umar's Law) کہتے ہیں۔

مغرب نے ہمارے دین کی ہم سے زیادہ سٹڈی کی ہے۔ دنیاوی معاملات نے جو رہنمائی انہوں نے لی ہے وہ اختیار کر لی ہے، وہ ہم سے دنیا میں آگے چلے گئے۔ ہم نے احکامات اختیار نہیں کیے ہم نے اس طرف کے رہے اور نہ ہی اس طرف کے رہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اکثریت باعمل مسلمان پاکستان میں رہتے ہیں۔ ساری خرابیوں کے باوجود باعمل مسلمانوں کی اکثریت پاکستان میں ہے۔ مغرب کو پتہ ہے کہ اگر ایک دفعہ ان لوگوں کو صاف لیڈر مل گیا تو یہ ہمارے لئے چیلنج بن جائیں گے۔

بشکریہ! ندائے ملت لاہور

صحیح بخاری شریف

تالیف: امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ

ابن اصلاح نے کہا صحیح بخاری میں سات ہزار دو سو پچھتر حدیثیں ہیں۔ حافظ ابن حجر نے کہا تمام احادیث صحیح بخاری کی مع مکررات سوا معلقات اور متابعات کے سات ہزار تین سو ستانوے ہیں۔ اگر سب حدیثوں کو مع مکررات ملاؤ تو نو ہزار بیاسی حدیثیں ہوتی ہیں اور موقوف اور اقوال تابعین اس کے علاوہ ہیں۔

آپ نے صحیح بخاری کی ترتیب و تالیف میں صرف علمیت، ذکاوت اور حفظ کا ہی زور خرچ نہیں کیا بلکہ خلوص، دیانت، تقویٰ اور طہارت کے بھی آخری مرحلے ختم کر ڈالے اور اس شان سے ترتیب و تدوین کا آغاز کیا کہ جب ایک حدیث لکھنے کا ارادہ کرتے تو غسل کرتے، دو رکعت نماز پڑھتے، بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز ہوتے اور اس کے بعد ایک حدیث تحریر فرماتے۔ غالباً اس بزم آب و گل میں آج تک اس انداز سے کسی مصنف نے تصنیف و تالیف نہ کی ہوگی اور ابواب و تراجم لکھتے وقت بھی اسی بے مثال خلوص اور تقویٰ کا مظاہرہ فرمایا۔ اس سخت ترین جانکاہی اور دیدہ ریزی کے بعد سولہ سال کی طویل مدت میں یہ کتاب زیور تکمیل سے آراستہ ہوئی۔

فربری نے کہا ہے میں نے محمد بن ابی حاتم بخاری وراق سے سنا وہ کہتے تھے کہ میں نے محمد بن اسماعیل بخاریؒ کو دیکھا وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے پیچھے چل رہے ہیں اور جہاں آپ ﷺ پاؤں رکھتے ہیں اسی جگہ بخاری بھی پاؤں رکھتے ہیں۔

امام ابن الصلاح نے اپنی کتاب علم الحدیث میں کہا کہ سب سے پہلے جس نے صحیح کتاب بنائی، وہ ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاریؒ ہیں۔ پھر ان کی پیروی کی مسلم بن حجاج قشیری نے۔ اور مسلم نے اگرچہ بخاری سے علم حدیث حاصل کیا اور فائدہ اٹھایا لیکن وہ بخاری کے شریک ہیں ان کے اکثر شیوخ میں۔ ان دونوں کی کتابیں تمام کتابوں سے زیادہ صحیح ہیں، بعد اللہ کی کتاب کے اور وہ جو امام شافعی سے مروی ہے کہ میں ساری زمین میں کوئی کتاب مؤطا سے زیادہ صحیح نہیں جانتا تو یہ اس وقت کا قول ہے جب صحیح بخاری اور صحیح مسلم کا وجود نہ تھا اور صحیح بخاری، صحیح مسلم سے بھی زیادہ صحیح ہے اور بہت فائدوں پر مشتمل ہے۔

شکریہ پکار ملت لاہور

مسائل السلوک من کلام ملک الملوک پر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی کا بیان

ہمارے زمانے کی بدعات کا رسوم جاہلیت کے مشابہ ہونا

قولہ تعالیٰ: وَ جَعَلُوْا لِلّٰہِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَ الْاَنْعَامِ نَصِیْبًا .... رَزَقَهُمُ اللّٰہُ افْتِرَآءً عَلَی اللّٰہِ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ (الانعام:136 تا 140)

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے جو کھیتی اور مواشی پیدا کیے ہیں الخ۔

ان آیتوں میں ہمارے دور کی بہت سی بدعات کا رد ہے جو بدعات مذکورہ فی الایات کے مشابہ ہیں۔ اگر تم غور کرو تو دونوں کو متطابق دیکھو اور یہ رسوم مدعیان مشیخیت تک میں شائع ہو رہی ہیں۔"

....

اس آیت میں ہے کہ اللہ کریم ہی کھیتیاں پیدا کرتا ہے دنیا کا مال ومنال دیتا ہے پھر لوگ اسے دوسروں کی طرف منسوب کرنا شروع کر دیتے ہیں اور گمراہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے مریدان کہتے ہیں کہ فلاں چیز میرے پیر نے دی یا یہ میرے پیر نے عطا کی اور میرا یہ بیٹا مجھے میرے پیر نے دیا۔ تو اس طرح کی جو روایات ہیں ان سے اللہ کی ذات میں شرک لازم آتا ہے۔ دینے والا وہ واحد لاشریک ہے جو مخلوق کو اپنی مرضی کے مطابق جو چاہتا ہے جب چاہتا ہے دیتا ہے۔

....

معاصی کا حرمان عن الرزق کے لئے سبب بن جانا

قولہ تعالیٰ: وَ عَلَی الَّذِیْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا کُلَّ ذِیْ ظُفُرٍ الیٰ قولہ ذٰلِکَ جَزَیْنٰهُمْ بِبَغْیِهِمْ وَ اِنَّا لَصٰدِقُوْنَ (الانعام:146)

ترجمہ: اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے۔ الخ

اس میں دلالت ہے کہ دنیوی نعمتوں سے محروم رہنے میں معاصی کا بھی دخل ہوتا ہے۔"

....

اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیئے تھے۔ اس میں اس بات پر دلالت ہے کہ گناہ سے، برائی سے، آدمی دنیا کی نعمتوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ آخرت کا عذاب تو گناہ پر ہے ہی دنیا کی نعمتوں سے بھی محروم ہو جاتا ہے اور یہ مت سمجھیں کہ وہ غریب ہو جاتا ہے یا اس کے پاس دولت نہیں آتی۔ آتی بھی ہے تو وہ استعمال نہیں کر سکتا یہ اس سے بڑی محرومی ہے کہ ایک شخص کے پاس رزق کی فراوانی ہے لیکن وہ کھا نہیں سکتا۔ بیماری ہو گئی ہے کہ اسے روکھا سوکھا کھانا پڑتا ہے اب وہ نعمتوں کو استعمال نہیں کر سکتا تو یہ نعمت کے نہ ہونے کی بڑی حسرت ہے۔ تو فرمایا اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کی نافرمانی کا اخروی نتیجہ جو ہوگا وہ تو ہوگا ہی دنیا میں بھی وہ تکلیف کا باعث بنتی ہے اور دنیا کی نعمتیں بھی دسترس سے باہر ہو جاتی ہیں۔

....

جبر مذموم کی نفی

قولہ تعالیٰ: سَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَشْرَکُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا

(الانعام:148)

ترجمہ: یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے۔اس میں جبر مذموم کا ابطال ہے۔"

....

یعنی ایسا جبر کہ اللہ نے جس کام سے منع کیا ہے جسے برا کہا ہے وہ کرنے میں مجبور کردے۔فرمایا اس کا رد کیا ہے۔اللہ کریم نے جس چیز سے بندے کو روک دیا ہے وہ کام بندے سے زبردستی نہیں کرواتا بندہ اگر کرتا ہے تو شیطان کے کہنے سے کرتا ہے، نفس کے کہنے سے کرتا ہے، اپنی پسند سے کرتا ہے۔کوئی برائی ایسی نہیں ہے جسے اللہ کی طرف منسوب کیا جائے۔یہ غلط ہے۔اور اس آیہ کریمہ میں اس کو باطل ثابت کیا گیا ہے کہ مشرکین مکہ کہتے تھے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے۔اللہ نے تو فرمایا اِنَّا ھَدَیْنٰہُ السَّبِیْلَ اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا (الدھر:3) ہم نے دونوں راستے واضح کرکے بیان کردیئے اب بندے کے ذمے ہے کہ وہ شکر کا راستہ اختیار کرتا ہے یا ناشکری کا۔ہوتا یہ ہے کہ ہم سے جب بھی کوئی زیادتی ہوتی ہے، غلطی ہوتی ہے حتیٰ کہ ناجائز قتل کردیتے ہیں تو کہتے پھرتے ہیں کہ اللہ کو یہی منظور تھا حالانکہ اللہ نے تو اس سے منع فرمایا۔ اپنے جرائم ہم تقدیر الٰہی، علم الٰہی یا ذات باری کے ذمے کسی حوالے سے لگا دیتے ہیں۔تو فرمایا گناہ، گناہ ہے اسے قبول کرنا چاہیے اور اس سے توبہ کرنی چاہیے۔یہ بہانے جائز نہیں ہیں کہ اللہ کو ایسے ہی منظور تھا، تقدیر میں ایسا ہی تھا۔یہ درست نہیں ہے۔

....

کمال توحید

"قولہ تعالیٰ: قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (الانعام:162)

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ بالیقین میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔

یہ توحید کامل کی تعلیم پر دال ہے یعنی جمیع احوال تشریعیہ و تکوینیہ میں استلام اور تفویض کرنا عمل اور اطاعت سے بھی اور رضا بالقضاء سے بھی۔"

....

فرمایا توحید کامل یہ ہے کہ بندہ جتنی نیکی بھی کرے، جتنی عبادت بھی کرے، جتنا مجاہدہ بھی کرے تو اس کو اپنی ذات کا کمال نہ سمجھے بلکہ یہ سمجھے کہ یہ اللہ کا احسان ہے۔تو توحید خالص یہ ہے کہ بندہ دل و جان سے مانے کہ میری عبادت، میرے سجدے، میرا ذکر، میری تلاوت، میرے صدقات، میری زندگی، میری موت یہ سب اللہ کے لئے ہے اور اس کی رضا کے حصول کے لئے ہے۔تو فرمایا ہر وہ کام خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اسے ذاتی کمال پر محمول نہیں کرنا چاہیے۔یہ دیکھنا چاہیے کہ پہلے تو اس میں خلوص ہو کہ وہ رضائے باری کے لئے کیا جائے اور دوسرا اللہ کا احسان سمجھا جائے کہ اس نے توفیق دی تھی کہ میں اس قابل ہوا۔

....

اعتدال توجہ الی الطالبین میں

قولہ تعالیٰ: کِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَیْکَ فَلَا یَکُنْ فِیْ صَدْرِکَ حَرَجٌ مِّنْہُ لِتُنْذِرَ بِہٖ الخ. (الاعراف:2)

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس سے ڈرائیں۔الخ

"لِتُنْذِرَ متعلق ہے اُنْزِلَ کے۔پس اس میں مرشد کو ارشاد کا امر ہے اور اگر مخاطب اس ارشاد کو قبول نہ کرے تو مرشد کو غم کرنے سے نہی ہے۔پس مرشد نہ بالکلیہ مستغنی ہو اور نہ رنج و ضیق میں پڑے۔"

....

فرمایا مشائخ کو اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ

تعلیمات پہنچانے میں کمی نہ کریں۔ اگر کوئی مان لے تو الحمدللہ اگر کوئی نہ مانے تو اس بات کا بھی رنج نہ کرے کہ میں نے تو بڑی محنت کی لیکن تھوڑے لوگوں نے مانا۔ اس دکھ کی ضرورت نہیں کیونکہ شیخ کے ذمے تعلیمات الٰہی اور تعلیمات نبوی کو آگے پہنچانا ہے، منوانا نہیں ہے۔ شیخ کو چاہیے کہ اس سے بددل نہ ہو کہ میں نے بڑی محنت کی تو صرف چند لوگوں نے مانا، تو چھوڑ و محنت کو۔ یہ درست نہیں۔ اس کے ذمے ہے کہ جب تک سانس میں سانس ہے وہ اللہ اور رسول ﷺ کی بات آگے پہنچاتا رہے۔ اب آگے بندوں کا معاملہ اللہ کے ساتھ ہے، کون مانتا ہے کون نہیں۔ فرمایا مستغنی نہ ہو یعنی بے نیاز نہ ہو جائے کہ ہمیں کیا، لوگ مانتے تو ہیں نہیں۔ یہ بھی نہ کرے اور رنج بھی نہ کرے یہ افسوس نہ کرے کہ میں تو مسلسل محنت کر رہا ہوں تھوڑے لوگوں نے مانا ہے۔ اس کی ضرورت نہیں۔

....

صلاح وغیرہ میں اعتبار غالب حال کا ہے

قولہ تعالیٰ: فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهُ الخ. (الاعراف:8-9)

ترجمہ: پھر جس کا پلہ بھاری ہوا۔ الخ

ثَقُلَتْ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ غالب ہوں اور خَفَّتْ کی تفسیر یہ کی گئی ہے کہ مغلوب ہوں یعنی اول آیت میں حسنات کے غالب ہونے کا حکم ہے اور دوسری آیت میں ان کے مغلوب ہونے کا ذکر ہے اور اسی سے دونوں کی تساوی کا حکم معلوم ہو جاوے گا یعنی وہ دونوں حالتوں کے درمیان ہوں گے۔ اور یہ لوگ ایک قول میں اہل اعراف ہیں اور لوگوں کے ساتھ دنیا میں اس کی موافق معاملہ کرنا چاہیے کہ جس کی غالب حالت صلاح ہو اس کو صالح سمجھا جاوے اگرچہ اس میں کچھ خفیف سی برائی بھی پائی جاوے۔ ہاں خود اس شخص پر یہ ضرور واجب ہے کہ اپنے نفس کی اصلاح کرے۔"

....

فرماتے ہیں یہ میدان حشر کی بات ہو رہی ہے کہ جن کی نیکیاں غالب ہوں گی وہ اللہ کی رضا پائیں گے اور جن کی کم ہوں گی وہ سزا پائیں گے۔ تو فرماتے ہیں اس سے یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے جن کی برابر ہوں گی وہ درمیانی حالت میں ہوں گے، نہ جنت میں نہ دوزخ میں تو سمجھ آتی ہے یہ اہل اعراف ہوں گے۔ انہیں جنت کی تمنا تو ہوگی لیکن جنت تک پہنچنے کیلئے ان کے اعمال ان کا ساتھ نہیں دیں گے۔ قرآن حکیم میں بھی اس کا ذکر ہے کہ جنت کی طرف نظر کریں گے تو دعا کریں گے کہ اللہ ہمیں بھی اس میں داخل کر دے اور دوسری طرف دیکھیں گے تو دوزخ اور اہل دوزخ نظر آئیں گے تو اللہ سے پناہ چاہیں گے کہ ان بے دینوں کی طرف ہمیں نہ لے جانا، اس سے ہمیں پناہ دے۔ اور بالآخر اللہ انہیں بھی نجات دے کر جنت میں داخل فرما دے گا۔ ایک حدیث شریف میں ملتا ہے کہ ایک آدمی رہ جائے گا پل صراط پر۔ لوگ دیکھ رہے ہوں گے۔ چونکہ پل صراط سے گزرنا جو ہے اس کی ساری طاقت ہمارے اعمال اور کردار سے ہے۔ جتنی جس میں قوت عمل ہوگی اتنا وہ مزے سے گزر جائے گا۔ تو صحابہ کرامؓ اس طرح گزر جائیں گے جس طرح ہوا گزرتی ہے یا اولیاء اللہ جس طرح گھوڑا گزر جاتا ہے گزر جائیں گے۔ بلکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ ایسے پل صراط سے گزریں گے کہ جہنم پکار اٹھے گی اللہ انہیں جلدی گزار ورنہ میری آگ ٹھنڈی ہو جائے گی۔ تو کچھ لوگ ہوں گے کہ چند قدم چلنے کے بعد اعمال ختم ہو گئے تو وہاں سے اس گھاٹی میں گر جائیں گے پھر اسے عبور کر کے پار جانا ہوگا۔ اس میں کتنی مدت، کتنی صدیاں لگتی ہیں یہ رب ہی جانے۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے کہ ایک بندہ ایسا ہوگا کہ جس کو لوگ دیکھ رہے ہوں گے کہ ابھی گرا کہ ابھی گرا۔ تو کہیں وہ لیٹ جائے گا، کہیں لپٹ جائے گا لیکن آخر کار پار پہنچ جائے گا گرے گا نہیں۔ اب اس کے اعمال بڑی مشکل سے اسے کنارے تک پہنچا سکے۔ آگے تو زادِ راہ نہیں ہے نہ چلنے کی سکت ہے چونکہ وہاں تو چلنے کی قوت اعمال ہیں۔ تو حضور ﷺ فرماتے ہیں بیٹھا ہوا دیکھتا رہے گا

جنت کے درخت نظر آ رہے ہوں گے، محلات نظر آ رہے ہوں گے، روشنیاں نظر آ رہی ہوں گی۔ تو دعا کرے گا کہ یا اللہ میں اور کچھ نہیں مانگوں گا مجھے ذرا اس جہنم کی گھاٹی سے دور کر دے اور جنت کے قریب کر دے تو حضور ﷺ فرماتے ہیں ارشاد ہوگا کہ تو مانگنے سے پھر بھی باز نہیں آئے گا، تو پھر مانگے گا لیکن میں تیری دعا قبول کرتا ہوں۔ اسے جنت کے تھوڑا قریب کر دیں گے۔ کچھ عرصہ گذارے گا پھر کہے گا یا اللہ میں پھر نہیں مانگوں گا مجھے تھوڑا سا تو قریب کر دے۔ تو اللہ فرمائے گا مجھے پتہ ہے تو پھر مانگے گا لیکن میں تیری بات مانتا ہوں تجھے پھر قریب کر دیتا ہوں۔ کچھ عرصہ رہے گا پھر دعا کرے گا کہ یا اللہ مجھے جنت نہ دے یہ ایک درخت جو چار دیواری کے ساتھ نظر آ رہا ہے وہ ایک درخت ہی مجھے عطا کر دے میں اس کے سائے میں پڑا رہوں گا۔ اللہ فرمائے گا تو نے مانگتے ہی رہنا ہے چلو میں تمہیں عطا کرتا ہوں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں وہ ایک درخت جو اس نے مانگا اس ایک درخت کے سائے میں یا اس کے تحت جو کچھ ہوگا اس میں ہزاروں محلات، ہزاروں خادم اور ہزاروں نعمتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ستر ہزار کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ستر کا لفظ عربی میں کثرت کے لئے استعمال کیا جاتا ہے تو یہاں فرماتے ہیں کہ اس سے سلوک کا مسئلہ یہ نکلتا ہے کہ جس بندے میں اچھائیاں غالب ہوں اگرچہ اس میں کچھ کمزوریاں بھی ہوں تو اسے رد نہ کیا جائے، اسے قبول کیا جائے۔ ان کمزوریوں کے دور ہونے کا امکان ہے۔ دراصل ہوتا یہ ہے کہ جب آپ دین کی تبلیغ کرتے ہیں یا ذکر اذکار سکھاتے ہیں تو اس کے لئے ضروری نہیں ہے کہ بندہ پہلے سے ولی اللہ ہو پھر اسے سکھائیں۔ پھر آپ نے اسے کیا سکھانا ہے۔ ہوتا تو یہی ہے کہ بندے میں کمزوریاں ہوتی ہیں اور اس کی تربیت کی جاتی ہے۔ فرماتے ہیں اس آیت سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس میں ایمان ہو، عقیدہ ہو لیکن اعمال میں کمی ہو تو اس وجہ سے اسے رد نہ کیا جائے، اسے قبول کیا جائے، اس پر محنت کی جائے، مجاہدہ کیا جائے۔

....

مال وجاہ کا فی نفسہ مذموم نہ ہونا

قولہ تعالیٰ: وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ (الاعراف:10)

ترجمہ: اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے سامان زندگانی پیدا کیا۔

''اول کا حاصل جاہ ہے اور ثانی کا مال اور ان دونوں کا موقع سنت میں ذکر کرنا دلیل ہے ان کے نعمت شکر ہونے کی۔ سو یہ دونوں چیزیں مذموم نہیں۔ ہاں ان کی تحصیل میں انہماک یہ بیشک مذموم ہے۔''

....

فرمایا اس آیہ کریمہ میں جو فرمایا وَ لَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِی الْاَرْضِ اس سے مراد اقتدار و اختیار ہے اور وَ جَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ اس سے مراد مال و دولت ہے۔ تو فرماتے ہیں اللہ کسی کو اقتدار و اختیار دے، کسی کو امیر بنا دے تو یہ مذموم نہیں ہے یعنی اقتدار اور امارت بری چیزیں نہیں ہیں، اللہ کے انعام ہیں۔ اب اس کے ذمے ہے کہ ان کا شکر کیسے ادا کرتا ہے۔ اقتدار ملا ہے تو انصاف کرے، دولت ملی ہے تو اسے اللہ کے بتائے ہوئے طریقوں پر خرچ کرے تو یہ دونوں اللہ کے انعامات ہیں۔

....

کشف کو شرح پر مقدم رکھنے کی مذمت

قولہ تعالیٰ: قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ الخ. (الاعراف:12)

ترجمہ: کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا۔

''اور اس تقدیم رای علی النص میں ایسا شخص ابلیس کا وارث ہے جو اپنی رای کو یا رویت کو خواہ کشف سے ہو یا وجدان و

ذوق سے ہو شرع پر ترجیح دیتا ہے"۔

....

فرمایا کوئی صاحب کشف ہو، اسے ذوق ہو یا وجدان اور وہ اپنی رائے کو شریعت پر ترجیح دے تو وہ ابلیس کا جانشین ہے۔

....

کبر کا وصول سے مانع ہونا

قولہٗ تعالیٰ: قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا (الاعراف:13)

ترجمہ: حق تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر۔

"یعنی درگاہ الٰہی سے دور ہو کیونکہ تکبر اس بارگاہ کے منافی ہے۔ کذافی الروح پس اس میں دلالت ہے اس پر کہ کبر درگاہ الٰہی میں وصول مقبولیت سے مانع ہے"۔

....

اپنی بڑائی کے وہم میں مبتلا ہو جانا کبر ہے۔ اور یہ ضروری نہیں کہ کبر دنیا داروں میں ہی ہو بہت سے پارساؤں میں بھی ہوتا ہے۔ وہ سمجھتے ہیں میں بہت نیک ہوں، میں بہت بزرگ ہوں، صاحب حال ہوں، کسی انداز سے بھی اپنی بڑائی کا خیال آنا اللہ کی بارگاہ سے دور کر دیتا ہے چونکہ بڑائی صرف اس ذات کو زیبا ہے۔

....

اجابت دعا کا علامات قبول سے نہ ہونا

قولہٗ تعالیٰ: اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ (الاعراف:15)

ترجمہ: تجھ کو مہلت دی گئی۔

"اس میں دلالت ہے کہ دعا کا قبول ہونا یہ قبولیت کی دلیل نہیں جیسے بعض جہلاء سمجھتے ہیں"۔

....

فرماتے ہیں شیطان نے جب مہلت مانگی کہ مجھے دنیا میں زندہ رہنے دے تو میں دیکھوں گا کہ یہ لوگ آپ کی عبادت نہیں کریں گے میری پوجا کریں گے۔ تو فرمایا اِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ تجھے مہلت ہے اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔ (الحجر:38) تجھے قیامت تک کے لئے میں مہلت دیتا ہوں، زور لگا لے۔ تو فرماتے ہیں یہ دعا شیطان کی قبول ہو گئی۔ اس لئے کسی کی دعا قبول ہو جائے تو اس کا مقبول الٰہی ہونا ضروری نہیں۔ وہ بے نیاز ہے، کریم ہے، وہ چاہے تو کسی کی دعا مان لے۔

بقیہ: شیخ المکرم سے سوال اور ان کے جواب: صفحہ نمبر 30 سے آگے

پاس ایک کروڑ روپیہ بھی ہو تو ہم آٹھ آنے فی کس دے سکتے ہیں۔ تو ہمارے پاس 50 لاکھ ہیں تو اس کا مطلب ہے 25 پیسے فی کس ہے تو کس کو دیں کس کو نہ دیں۔ تو ایک کوشش کریں اللہ کے لئے دوستوں سے، ساتھیوں سے، اپنے مال سے بھی زکوٰۃ تو دی جائے زکوٰۃ تو فرض ہے دینی ہے تو ایسے حادثات میں جو 100 میں 97.50 باقی بچتے ہیں اسی طرح ہزار سے، لاکھ سے، دس لاکھ سے۔ اب جو لوگ 2½ لاکھ زکوٰۃ دے رہے ہیں ان کے پاس سرمایہ بھی تو ہو گا تو اس سرمائے میں سے بھی کچھ donate کرو اللہ کی راہ میں۔ ہاں جماعت کا یہ کام voluntarily ہو گا جو جہاں امداد پہنچائے گا اسکا خرچہ وہ خود کرے گا۔ اس فنڈ سے صرف متاثرین کو پیسے ملیں گے۔ جہاں جہاں ساتھی ہیں ان کو پہنچا دیں گے۔ ان کا سارا نیٹ ورک بنائیں گے ترتیب بنے گی، کہاں کتنے دیے جائیں تو اس میں سے اوور ہیڈ اخراجات نہیں ہوں گے بلکہ سارا کام ساتھی رضا کارانہ طور پر اپنے خرچ پر آئیں جائیں گے متاثرین کو دیں گے تو اس میں کوشش کیجئے کہ یہ کچھ قابل ذکر اتنے ہو جائیں کہ کسی کی مدد ہم کر سکیں توفیق اللہ کے پاس ہے جو جس نے دیا جو دے گا وہ قبول فرمائے اور اسے نیک ابر عطا فرمائے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین

شیخ المکرم کی مجلس میں سوال اور ان کے جواب

یقین بنیاد ہے تصوف کی

گذشتہ سے پیوستہ

تو جسے صاحب مجاز بنایا جاتا ہے اس کا کوئی اپنا ذاتی کمال نہیں ہوتا۔ برکات سلسلہ اسکی اپنی نہیں ہوتیں، اگر مجھے پوری جماعت پر ذمہ داری دے دی گئی ہے تو یہ کوئی میرا کمال نہیں ہے۔ یہ اس کی عطا ہے کہ اس نے عطا کر دی تھی۔ خیال یہ رکھنا چاہیے کہ ذمہ داری کو پوری طرح سے ادا کرنا چاہیے۔ اب مصیبت یہ ہے کہ جو حضرات صاحب مجاز بن جاتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ اب ہمیں تو مجاہدے کی ضرورت نہیں حالانکہ انہیں زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ ایک آدمی اپنا بوجھ اٹھاتا ہے تو اسکا طاقتور ہونا ضروری ہے اور ایک آدمی دس آدمیوں کا بوجھ اٹھاتا ہے تو اسے کتنی طاقت کی ضرورت ہے؟ اسے تو مزید قوت چاہیے، دس گنا قوت چاہیے۔ سب سے پہلی بات جو میں عرض کرنا چاہوں گا وہ یہ کہ جتنے مجازین حضرات ہیں ان کو عام ساتھیوں کی نسبت لطائف بھی زیادہ کرنے چاہئیں اور مراقبات بھی۔ حلال و حرام اور کردار کی تمیز بھی کرنی چاہیے۔ بات کرتے وقت انہیں دھیان رکھنا چاہیے کہ کیا لفظ منہ سے نکل رہا ہے اور اس کا کیا نتیجہ مرتب ہوگا۔ اگر خود صاحب مجاز حضرات مجاہدے کا حق ادا نہیں کریں گے تو اُن کے شاگرد کیا خاک کریں گے؟ دوسرا، یہ نعمت باری ہے وہ خود عطا کرتا ہے۔ میں نے مہینوں نہیں برسوں صرف لطائف کئے اور مزے کی بات یہ ہے کہ اکثر وقت حضرتؒ کی خدمت عالی میں گذرتا تھا ہر سفر میں میں ہمرکاب ہوتا تھا اسکے باوجود لطائف پر برسوں لگے۔ میرے ساتھ لوگ آتے تھے، ایک دفعہ ایک آدمی آیا ایک ہفتہ یا آٹھ دن یا نو دن رہا، فنا بقا، سیر کعبہ اور فنافی الرسول ﷺ کرا کے حضرتؒ نے فارغ کر دیا۔ تو ہم جو برسوں سے پڑے تھے پڑے رہے۔ اب نہ اس بندے کا کوئی کمال تھا نہ ہمارا بس اللہ کی مرضی تھی کس کو کیا بنانا چاہتا تھا۔ وہ جو برسوں اللہ کریم نے مجاہدہ کرایا وہ ایسی بنیاد بنی کہ اللہ کریم کی بے پناہ عطا ہوئی بے پناہ منازل بھی عطا ہوئیں، یہ اللہ کی مرضی۔ وہ جانتا ہے وہ خود جانتا ہے کیا کر رہا ہے کس کو کیا دے رہا ہے۔

تو اگر ان سے بندہ استفادہ نہ کرے تو کم از کم ان کا انکار نہ کرے۔ ان سے جڑے نہیں الگ رہے۔ ٹھیک ہے تو ٹھیک ہے نہ تو نہ سہی۔ ایک قسم لوگوں کی اور ہوتی ہے جو آزمانے چل پڑتے ہیں کہ دیکھتے ہیں جی کہ کچھ ہے بھی یا انہوں نے کہانی بنا رکھی ہے۔ چلو تمہیں سیر کعبہ ہو گیا تمہیں فنافی الرسول ﷺ ہو گیا ہے۔ دیکھتے ہیں آزماتے ہیں۔ یہ بہت بڑی زیادتی ہے یہ نہیں کرنا چاہیے۔ بندہ کیا آزمائے گا خاک آزمائے گا اللہ نے خود اس پر آزمائش ڈال دی پھر کیا کرے گا بندہ کیا آزمائش کرے گا۔ میں بات کر رہا ہوں آپ الحمدللہ آٹھ نو سو، ہزار کی تعداد میں بیٹھے ہیں۔ ہزار آدمی کا فہم اپنا ہے وہ اپنے انداز میں سمجھے گا۔ بات کرنے والا متکلم ایک ہے سامعین ایک ہزار ہیں تو آپ ایک ہزار سے یہی باتیں پھر پوچھ لیجئے گا تو ہر ایک نے اپنے انداز میں سمجھ لیا ہوگا۔ اپنا اپنا فہم و ادراک ہوتا ہے۔ اللہ نے ہر ایک کو اپنا اپنا شعور، اپنا اپنا علم، سمجھنے کی استعداد اپنی اپنی دی ہے۔ تو ان لوگوں سے اگر ہو سکے تو استفادہ کرو بڑی خوش بختی کی بات ہے۔ فنافی الرسول ﷺ کے بارے دلائل قرآن و سنت میں موجود ہیں۔ سلف صالحین سے منقول ہیں۔ جو ہم دلائل السلوک میں بھی قرآن سے بھی، حدیث سے بھی پیش کرتے رہے ہیں اور مسائل السلوک میں بھی۔ اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ فنافی الرسول تو ہوتا ہے لیکن کیا انہیں ہے کہ نہیں، یہ بھی

کرا سکتے ہیں کہ نہیں؟ تو اس سے آپ کو کیا؟ اگر نہیں کرا سکتے اور لوگوں سے جھوٹ بول رہے ہیں کہ تمہاری روحانی بیعت ہو رہی ہے تو انہیں بھی تو حضور ﷺ کا وہ ارشاد یاد ہوگا۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّار (صحیح بخاری) "جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ بولا وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے" او کمال قال رسول ﷺ تو آپ کیا سمجھتے ہیں کہ ایک شخص رات دن اللہ اللہ کرتا ہے تو کیا وہ یہ ساری محنت دوزخ کے لئے کر رہا ہے کہ حضور ﷺ پر جھوٹ بول کر دوزخ چلا جائے پھر کوئی آپ میں سے اگر آزمائش کرے گا تو اسے کیا ملے گا؟ کیا وہ کوئی اتھارٹی ہے کہ وہ سند دے دے گا کہ یہ جو کراتے ہیں ٹھیک ہے۔ کیا اس کا سرٹیفکیٹ دنیا میں مانا جائے گا یا وہ کہہ دے گا کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں تو اس کی بات دنیا میں مانی جائے گی۔ اس کی دین میں کیا اتھارٹی ہے کیا حیثیت ہے کہ وہ آزمانا چاہتا ہے۔ تو ان باتوں میں نہیں پڑنا چاہیے بڑی سخت باتیں ہیں اور اپنا معاملہ اللہ کریم کے ساتھ درست رکھنا چاہیے۔ چلو ہم میں استعداد نہیں نا سہی۔ آپ میں تو ہے آپ خلوص سے اللہ اللہ کریں آپ کو تو نصیب ہو جائے گی۔ کسی دوسرے میں استعداد نہیں ہے تو اس کا نقصان آپ کو تو نہیں ہوگا خود اسے ہوگا۔ لہٰذا معاملہ اپنی ذات تک رکھنا چاہیے اور اپنی محنت اور اپنا مجاہدہ کرنا چاہیے۔ مجھے یاد ہے جب میں لطائف کیا کرتا تھا تو میں نے گھڑی کھول کر گھڑی سے منٹوں کی سوئی نکال کر پھینک دی تھی کہ یہ تنگ کرتی ہے کہ آدھا گھنٹہ ہو گیا، 45 منٹ ہو گئے ہم گھنٹوں کا حساب کریں گے دو گھنٹے ہو گئے، تین گھنٹے ہو گئے ہم منٹ گنیں گے ہی نہیں۔ واقعتاً گھڑی کھول کر اس میں منٹوں کی سوئی نکال کر پھینک دی۔ دو گھنٹے ذکر کیا تین گھنٹے ذکر کیا۔ اب کون کتنا مجاہدہ کرتا ہے سردیوں کی، دسمبر کی راتیں ہوتی تھیں اور ہمارے ساتھ بغل میں ہوتا تھا جوڑا سا، دو چار دوائیں اُس میں پھٹکری اور گڑ اور اسپغول ہوتا تھا۔ معدے سے خون آنے لگتا تھا تو اسپغول گھول کر پیتے تھے۔ منہ اندر سے چھالے چھالے ہو جاتا تھا ذکر کی گرمی سے تو پانی میں تھوڑی سی پھٹکری حل کر کے اس سے غرارے کیا کرتے تھے۔ اور سردیوں میں دسمبر کی راتوں میں گڑ کا شربت گھول کر رات کو دس بجے گیارہ بجے پیتے تھے کہ نیند تو آ جائے۔ لطائف اس طرح کیا کرتے تھے۔ اب تو میں سمجھتا ہوں جو چار دس منٹ پندرہ منٹ یہاں کرائے جاتے ہیں اس میں بھی آدھے ساتھی باہر صحن میں چادر تان کر پڑے ہوتے ہیں۔ اس سے بھی تھک جاتے ہیں۔ میں نے اکثر کو دیکھا ہے عصر کے ذکر میں لطائف نہیں کر رہے ہوتے باہر پڑے ہوتے ہیں۔ طبیعت خراب ہو گئی حالانکہ اب اس طرح کے لطائف تو کوئی کراتا ہی نہیں۔ نہ کرانے والے کراتے ہیں نہ کرنے والے کرتے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ لمبا ذکر ہو جائے تو آدھے گھنٹے کا ہو جائے گا تو اس میں بھی ہم سستی کرتے ہیں۔ دوسری بات یہ یاد رکھیں، پہلی بات تو میں نے امراء اور صاحب مجازین سے کہی ہے کہ خود فرشتے نہ بنیں جنہیں ذکر کراتے ہیں اپنا ذکر، اپنا مجاہدہ ان سے زیادہ رکھیں۔ اور یہ ہے وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (سورۃ الحجر:99) کہ مرنے تک اللہ کی عبادت میں لگے رہو۔ خواجہ معین الدین اجمیریؒ سے ایک محفل میں حضرتؒ نے فرمایا کہ حضرتؒ سے پوچھو کہ زندگی میں کبھی لطائف یا معمولات کبھی ان سے چھوٹے؟ تو انہوں نے ہنس کر فرمایا تھا ہاں چار دن۔ فوت ہونے سے پہلے بیماری کی حالت اتنی شدید تھی کہ میں معمولات نہیں کر سکا۔ چوتھے دن وہ فوت ہو گئے۔ تو آپ کی عمر 120 سال یا اسکے لگ بھگ تھی نوے سال کی عمر میں اجمیر گئے تھے جہاں ایک مسلمان نہیں تھا اور 120 سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا تو لاکھ سے زیادہ لوگ تھے جنہوں نے ان کا جنازہ پڑھا جو اجمیر ہی کے تھے جو ان کی وجہ سے مسلمان ہوئے۔ فرمانے لگے ہاں موت کے مرض میں مرض الموت میں چار دن معمولات یعنی لطائف وغیرہ چھوٹ گئے تھے ذکر، متوجہ الی اللہ ہونا تو اولیاء اللہ سے چھوٹتا ہی نہیں۔ لطائف اور معمولات چار دن میں نہیں کر سکا کہ مرض کی بہت شدت تھی چوتھے دن وصال ہو گیا۔ تو کوئی بھی ایسی منزل پر نہیں پہنچتا کہ اس

سے عبادات ساقط ہو جائیں اسی طرح صوفی کی کوئی ایسی منزل نہیں کہ اس سے معمولات چھوٹ جائیں یا لطائف کی ضرورت نہ رہے۔ سب کو کرنا پڑے گا۔ دوسری بات یہ میں عرض کرنا چاہوں گا کہ آپ کسی کو مراقبات کراتے ہیں تو محض اللہ کی عطا سمجھ کر کرائیں اور جتنی اس میں استعداد ہو اتنے کرائیں۔ زائد الاستعداد نہ کرائیں اور اس کو یونہی نہ کہتے رہیں کہ تمہارا یہ بھی ہو گیا تمہارا وہ بھی ہو گیا یہ صحیح نہیں ہے۔ اور اس سے دوستیاں نہ پالیں اور اس سے سفارشیں نہ لڑائیں اور یہ نہ سمجھیں کہ اسے مراقبات ہو جائیں گے تو وہ میری بڑی خدمت کرے گا۔ کچھ نہیں ہو گا وہی ملے گا جو رب نے دینا ہے اور دنیاوی مفادات کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

تیسری گذارش میری ساتھیوں سے یہ ہے کہ طلب تو آپ کی ہے کہ آپ بارگاہِ رسالت ﷺ میں پہنچنا چاہتے ہیں اور حال یہ ہے کہ آپ کو ذکر کی فرصت نہیں ہے۔ اگر کوئی یہاں سے لاہور جانا چاہتا ہو اور اس کے پاس نہ کرایہ ہو نہ وہ پیدل چلنے کی ہمت رکھتا ہو اور وہ لاہور جانے کا ارادہ رکھتا ہو تو کیسے جائے گا؟ طلب بارگاہِ رسالت ﷺ کی، فنافی الرسول ﷺ کی ہے طلب مقاماتِ کی ہے اور ذکر کی فرصت نہیں ہے۔ سانس نہیں ملتا، سانس ٹوٹ جاتا ہے، کھانسی آ جاتی ہے۔ سب بہانے ہیں کرنا چاہے تو کچھ بھی نہیں ہوتا تو میری گذارش یہ ہے محنت کیجئے۔ محنت بہت ضروری ہے۔ ایک بات یاد رکھئے اللہ کی عطا بند نہیں ہوتی ہم کیوں محسوس نہیں کرتے ہم میں قبولیت کی استعداد نہیں۔ سورج کی روشنی کم نہیں پڑتی۔ سامنے اب پتھر ہے یا شیشہ ہے یا اسی پتھر کو صاف کر کے آپ اسے شیشے کی طرح چمکا دیں تو وہ بھی شعاعیں دینے لگ جاتا ہے تو ہم میں استعداد نہیں ہوتی جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ ہمیں دل کو، باطن کو، ضمیر کو پالش کرنا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ دلوں کو بھی زنگ لگ جاتا ہے جس طرح قرآن نے فرمایا کَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ (سورۃ المطففین:14) ان کے دلوں کو زنگ لگ جاتا ہے تو حضور ﷺ نے فرمایا لِکُلِّ شَیْءٍ صِقَالَه ہر چیز کی ایک پالش ہوتی ہے جو زنگ مٹی اتار کر اسے چمکا دیتی ہے وَصِقَالَهُ الْقُلُوْبِ ذِكْرُ اللهِ او کما قال رسول اللہ ﷺ کہ دلوں کو صیقل کرنے والی چیز، دلوں کا صقالہ، دلوں کی پالش اللہ کا ذکر ہے۔ دلوں کو چمکانے والی چیز اللہ کا ذکر ہے۔ تو لطائف پر محنت کیجئے۔ اگر یہاں مسجد میں آپ کو پانچ بار لطائف کرائے جاتے ہیں تو جو باقی وقفہ ہے اس میں پانچ بار خود کریں، پانچ نہیں تو چار نہیں تو تین بار خود کریں۔ زور سے نہیں کر سکتے تو آرام سے کریں، گوشے میں بیٹھ کر کریں۔ محنت کریں۔ سارا سال آنے اور رہنے کی میں نے پچھلے سال سے اجازت دے دی ہے۔ کوئی اجتماع میں نہیں آ سکا، اعتکاف میں نہیں آ سکا تو جب فرصت ملے آ جائے، رہے۔ اسے ذکر بھی نصیب ہوں گے تربیت بھی کی جائے گی لیکن یاد رہے جو بھی ذکر اذکار کے لئے یہاں تشریف لائے اور رہے وہ بالکل اسی طرح رہے جیسے معتکف رہتا ہے۔ جس مقصد کے لئے آیا ہے اس پر نگاہ رکھے۔ ایک دن رہے، دو دن رہے، دس دن رہے کوئی پابندی نہیں اذکار بھی ملیں گے۔ استعداد ہو گی تو مراقبات بھی ہو جائیں گے۔ لیکن رہے اپنے مقصد کو سامنے رکھ کر، اسکے مطابق رہے۔ باقی توفیق اللہ کریم کے پاس ہے سب کو بہتری کی توفیق دے، سب کی مرادیں پوری فرمائے اور نیک مرادیں عطا فرمائے۔ میں یہ پھر آپ کو یقین دلا دوں کہ ہم اتنے دلیر نہیں ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات پر جھوٹ بولیں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ ایسی مصیبت سے پناہ میں رکھے یہ نہیں ہو سکتا۔ واقعی مراقبات ہوتے ہیں، واقعی روح بارگاہِ عالی میں پیش کی جاتی ہے، واقعی روح کا ہاتھ دستِ اقدس میں دیا جاتا ہے۔ اگر یہ جھوٹ ہے تو یہ جھوٹ بولنے والا قطعی جہنمی ہے۔ ہمارے ایک ساتھی ہوا کرتے تھے حضرتؒ کے خادموں میں سے تھے بڑے اچھے زمیندار تھے، نمبردار بھی تھے گاؤں کے، چکڑالہ کے ہی تھے۔ سادہ آدمی تھے ان پڑھ بھی تھے وہ فرماتے تھے یار مجھے دلیلیں نہیں آتیں۔ ابھی سر سرہانوں پر رکھ کر سوتے ہو جب سر مٹی پر رکھو گے کسی دلیل کی ضرورت نہیں رہے گی

تمہیں سمجھ آ جائے گی۔ ان سے کوئی بحث کرتا تو وہ فرماتے میں پڑھا لکھا نہیں ہوں مجھے دلیلیں نہیں آتیں میرے پاس کتابوں کا علم نہیں ہے لیکن ابھی جب تم سوتے ہو تو سر تکیہ پر رکھتے ہو۔ ایک دن آئے گا جب سر زمین پر رکھو گے تو تمہیں پتہ چل جائے گا کہ سچ کیا ہے جھوٹ کیا ہے۔ نہ کسی صاحب مجاز کی مرضی چلتی ہے اور نہ ہی میری پسند کو اس میں دخل ہے۔

انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں
زبان میری ہے بات ان کی

یہاں میری، آپ کی، کسی سفید پوش، کسی صاحبِ مجاز، کسی درویش کی مرضی نہیں چلتی۔ سو میرے بھائی میں آپ سب کیلئے حاضر و غائب تمام کے لئے دعا کر سکتا ہوں اور کرتا ہوں۔ اللہ سب کو نیکی کی توفیق دے سب کو مجاہدے کی ہمت دے۔ جہاں تک میرا خیال ہے شاید ہمیں آج کی تراویح اور کل کا جمعۃ الوداع نصیب ہو جائے گا کیونکہ یہ رات بتا رہے تھے کہ حرم شریف والوں نے اعلان کیا ہے کہ عرب میں عید جمعہ کی ہوگی 29 کو چاند نظر نہیں آیا۔ رات ٹی وی والے بتا رہے تھے۔ اس کا مطلب ہے پھر ہماری عید ہفتے کو ہوگی۔ تیس روزے پورے ہو جائیں گے۔ ایک جمعہ اور مل جائے گا۔ ایک رات کی تراویح اور مل جائے گی، پھر کب رمضان آئے گا۔

کون جیتا ہے تیری زلف کے سر ہونے تک

جو ہوگا اللہ اسے ایمان سے سلامت رکھے تو خوش نصیب ہوگا۔ چلا گیا تو اللہ ایمان کی سلامتی سے لے جائے۔ کون ہوگا کون نہیں ہوگا یہ اللہ کریم جانتا ہے۔ بہر حال یقین، اعتماد تصوف کی بنیاد ہے۔ مجاہدہ اسکا زادِ راہ ہے اور اس میں امتحان لینے کی کوشش نہ کرو، اپنا کام کرنے کی کوشش کرو۔ ممتحن وہ ہوتا ہے جو امتحان دینے والوں سے بہت زیادہ پڑھا لکھا ہو۔ پانچویں کے بچے امتحان دیتے ہیں تو ممتحن ایم۔ اے ہوتا ہے۔ کوئی پہلی میں داخل ہو اور وہ کہے میں میٹرک والوں کا امتحان لیتا ہوں تو یہ کلیہ ہی غلط ہے اسے کیا سمجھ آئے گی۔ اس لئے جو سلسلے میں آتے ہیں وہ امتحان لینے کے لئے نہیں اپنی اصلاح کے لئے آئیں۔ نہیں آنا چاہتے نہ آئیں کون سی پابندی ہے اللہ رحم کرے باقی مخلوق بھی اللہ کی ہے شاید اسے کتنے لوگ ہم سے زیادہ محبوب ہوں گے جو سلسلے میں نہیں ہیں۔ یہ تو اسکی اپنی پسند ہے یہ عقیدہ تو نہیں ہے کہ جو سلسلے میں ہیں صرف یہی اچھے مسلمان ہیں باقی نہیں ہیں۔ یہ معاملہ اللہ کا ہے وہ جانے اس کا کام جانے۔ وہ کس کو پسند کرتا ہے کس کو نہیں، کس کو کتنا دیتا ہے اس کی اپنی عطا ہے، جسے چاہے جو چاہے عطا کر دے۔ ہاں یہ بات ہے سلسلے میں، ایک محنت ہے مجاہدہ ہے کوشش ہے برکات نبوت کو حاصل کرنے کی، قرب الٰہی کو پانے کی۔

ایک اور ضروری بات عرض کر دوں کہ ملک پر عمومی طور پر سیلاب کی مصیبت آئی ہے اب سیلاب زدگان کی جو امداد ہو رہی ہے اس میں بھی عجیب عجیب تماشے ہیں تو بہت سا حصہ راستے میں خرچ ہو جاتا ہے انتظامی امور پر، ٹرکوں کا کرایہ، بہت کم لوگوں تک پہنچتی ہے۔ جہاں پہنچتی ہے وہاں پھر اپنی رشتہ داریاں، دوستیاں ووٹ، کئی رشتے نکل آتے ہیں۔ تو ہم نے ایک کوشش کی تھی کہ چونکہ جماعت کا نیٹ ورک ہے پورے ملک میں تو جہاں جہاں حادثہ ہے وہاں وہاں لوگوں کی مدد کی جائے۔ اس میں کچھ خاطر خواہ فنڈز ہمارے پاس نہیں ہیں۔ ساتھیوں نے جو پیسے بھیجے ہیں تقریباً اس میں نوے فیصد زکوٰۃ ہی ہے۔ اب جو بندہ زکوٰۃ دیتا ہے ایک سو روپیہ زاید از ضرورت ایک سال اس کے پاس رہے تو 2.50 روپے اس پر زکوٰۃ ہے۔ وہ اس کی ضرورت سے زاید ہے اس کے پاس پڑا ہوا ہے محفوظ سرمایہ ہے۔ تو 2.50 روپے دے کر 97.50 اس کے پاس بچ جاتے ہیں تو میں نے یہ عرض کیا تھا کہ آپ اس کام کو 2.50 روپے پر نہ رکھیں 97.50 میں سے بھی کچھ اس میں شامل کریں۔ ہمارا فنڈ آج تک جو ہے وہ تقریباً 50 لاکھ کا ہے افراد جو متاثر ہوئے ہیں وہ دو کروڑ ہیں۔ یعنی ہمارے

باقی صفحہ نمبر 26 پر ملاحظہ فرمائیں

توسیع مسجد دارالعرفان منارہ

آج سے 32 سال قبل جس مسجد کا سنگِ بنیاد حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ نے رکھا تھا آج وہ پوری دنیا کے لیے تصوف کا مرکز بن چکی ہے،
یہ وہی قافلہ ہے جسے اس کے میر کارواں نے نہایت مجاہدے سے شروع کیا اور یہ رواں دواں ہے توسیع کا سنگ بنیاد

حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی نے

جمعۃ المبارک بمطابق 25 مئی 2012 کو رکھا

مسجد دارالعرفان کے توسیعی منصوبے پر 39 ملین روپے لاگت آئے گی اور یہ 01 سال میں مکمل ہوگا
مسجد کے ہال میں بیک وقت 4500 نمازیوں کی گنجائش موجود ہوگی۔

اگر کوئی ساتھی اس مسجد میں اپنے ایک مصلیٰ کا ہدیہ (جو تقریباً 15 ہزار روپے پاکستانی) اندازہ کیا گیا ہے
جمع کروانا چاہے تو دارالعرفان مرکز یا ضلعی امراء سے رابطہ کرسکتا ہے

منجانب: مرکزی دفتر دارالعرفان منارہ تحصیل کلر کہار ضلع چکوال

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ ○۲۲

ترجمہ: اور بلاشبہ ہم نے قرآن کو نصیحت حاصل کرنے کے لیے آسان کردیا تو کوئی ہے جو نصیحت حاصل کرے

اکرم التراجم

قدرت اللہ کمپنی کے تیار کردہ دیدہ زیب قرآن پاک

شیخ المکرم امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

کا تحریر کردہ آسان اور عام فہم زبان میں اردو ترجمہ

اب آپ ہماری ویب سائیٹ www.naqashbandiaowasia.com پر بھی پڑھ سکتے ہیں
شیخ المکرم کے تازہ ترین بیانات ہر جمعہ کی شام ہماری ویب سائیٹ www.oursheikh.org پر سن سکتے ہیں

منجانب: صاحبزادہ عبدالقدیر اعوان ایڈمنسٹریٹر دارالعرفان منارہ 0543-562200

اکرم التفاسیر

شیخ المکرم حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی

پارہ 9 قال الملاء.....سورۃ الانفال آیات 1 تا 4

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ............

............وَمَغْفِرَۃٌ وَّرِزْقٌ کَرِیْمٌ (آیات ۱ تا ۴)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمٖ

سورہ الانفال شروع ہوتی ہے۔ یہ ان سورتوں میں سے ہے جو مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں مکی اور مدنی سورتوں میں ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ مکہ مکرمہ میں جو سورتیں نازل ہوئیں ان میں سے زیادہ بات ایمان پر اور اعتقادات پر کی گئی ہے۔ جو سورتیں مدینہ منورہ میں نازل ہوئیں ان میں زیادہ تر احکام ارشاد فرمائے گئے۔ تو یہ مدنی سورتوں میں سے ہے۔ فرمایا یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔ انفال منافع، انعام کہہ لیجئے۔ جو چیز بغیر کاوش کے مل جائے اسے بھی انفال کہتے ہیں۔ وہ غنیمتیں جہاں جنگ نہیں ہوئی، کفار نے کچھ دے کر صلح کر لی یا کفار اپنا مال چھوڑ کر بھاگ گئے، جنگ نہیں ہوئی اور وہ مسلمانوں کے ہاتھ آیا، اسے بھی انفال کہتے ہیں کہ وہ بطور انعام اللہ کی طرف سے مل گیا۔ ویسے سارے مال غنیمت کو بھی انفال کہا جاتا ہے اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ سے پہلے حضرت آدم عَلٰی نَبِیِّنَا وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ سے لے کر حضور اکرم ﷺ تک مال غنیمت کسی امت پر حلال نہیں تھا۔ جہاد ہوتا، کفار کو شکست ہوتی، جو مال ہاتھ آتا اسے میدان میں ڈھیر کر دیا جاتا اور آسمان سے آگ آتی، بجلی کی طرح کوئی چیز آتی اور اسے جلا کر راکھ کر دیتی۔ یہ اس کی قبولیت کی دلیل ہوتی تھی۔ اور اگر کبھی کسی جہاد میں پہلی امتوں میں اس طرح مال رکھا جاتا اور وہ جلتا نہیں تو وہ سمجھتے تھے کہ اس جہاد میں کچھ قصور ہوا ہے یا اس مال میں کوئی نحوست ہے کہ اللہ نے قبول نہیں فرمایا تو پھر اسے کوئی ہاتھ نہیں لگاتا تھا، وہ پڑا پڑا ہی گل سڑ جاتا تھا۔

جہاں حضور اکرم ﷺ کے اور بہت سے فضائل ہیں وہاں آپ کے فضائل میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کے طفیل آپ کی امت کے لئے غنیمتیں حلال کی گئیں۔ اور جو مال کفار کی شکست کے بعد ہاتھ آتا ہے اسکے مختلف طریقے بنائے گئے۔ ایک بنیادی اصول تو یہ تھا کہ پانچواں حصہ بیت المال کو چلا جاتا چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہو جاتے تھے اور اس میں بھی پھر یہ قانون تھا کہ پیادہ جو لڑ رہا ہے یعنی پیدل، اس کو ایک حصہ ملتا۔ جو گھوڑے یا سواری پر ہے تو اس کا اور اسکی سواری کا، دو حصے اسے عطا کیے جاتے۔ اور یہ پہلا مسئلہ پیدا ہوا معرکہ بدر میں۔ مشرکین کو عبرتناک شکست ہوئی اور جو مال و منال، اسلحہ، گھوڑے اور اونٹ اور بے شمار چیزیں انکے پاس تھیں وہ بطور غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ لگیں۔ اب سوال یہ پیدا ہوا کہ اس غنیمت کا کیا کیا جائے؟ تو اللہ کریم نے اصول ارشاد فرما دیا یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ۔ انفال کہتے ہیں انعام کو۔ اسی لئے آپ جو نماز زائد پڑھتے ہیں اسے نفل کہتے ہیں۔ قربانی جو آپ پر واجب ہے اس کے علاوہ جو قربانی دیتے ہیں تو وہ نفل ہوتی ہے۔ فرض حج کسی نے کر لیا، پھر حج

کرتا ہے تو وہ نفل ہوتا ہے۔اسی طرح زکوٰۃ دے دی پھر صدقہ کرتا ہے تو وہ نفل ہے۔نفل کا معنی ہے،انعام۔اسے بطور انعام یہ سعادت نصیب ہوئی کہ وہ اللہ کی راہ میں کام کر رہا ہے۔فرائض سنت کے بعد ہم جو نماز پڑھتے ہیں اسے نفل کہتے ہیں۔نفل سے مراد انعام ہے کہ اللہ نے توفیق دی اور مزید انعام حاصل کر رہا ہے۔تو آپ سے سوال کرتے ہیں کہ جو مال بغیر جنگ کے حاصل ہو جائے کہ جنگ نہ کرنی پڑے اور مال مل جائے تو اس کا کیا ہوگا؟ جو جنگ سے حاصل ہوتا ہے اس کا تو ایک اصول بن گیا کہ پانچواں حصہ بیت المال کو جائیگا،چار حصے مجاہدین میں تقسیم ہوں گے۔دوسرا طریقہ یہ تھا کہ یہ ارشاد فرما دیا جاتا کہ جو جس کافر کو قتل کرے گا،اس کافر کا جو مال ہوگا اسلحہ،زرہ،تلوار یا گھوڑا ہوگا،وہ اس کا ہوگا جس نے اس کو قتل کیا۔تیسرا طریقہ ایک یہ بھی تھا کہ جو چار حصے مال مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے اس میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے جو مجاہدین کی خدمت پہ مامور ہوتے تھے۔جو عملاً جنگ میں حصہ نہیں لیتے تھے۔جیسے ایک عملہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرنے پہ یا پانی پلانے پہ یا مجاہدین کا کھانا بنانے پہ یا ان کے گھروں کی نگرانی کرنے کے لئے کسی کی ڈیوٹی لگ جاتی تھی کہ تم محاذ پہ آنے کی بجائے مجاہدین کے گھروں کی دیکھ بھال کرو گے یا انکے بچوں کو سودا سلف لا کر دو گے۔تو وہ سارے اس جہاد میں شامل تصور کیے جاتے تھے اور ان کا حصہ بھی ان میں سے الگ کر کے انہیں دیا جاتا تھا۔لیکن جو مال فے یعنی بغیر جنگ کے جو مال حاصل ہو جائے اس میں اور کسی کا کوئی حق نہیں ہوتا تھا فرمایا قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ یہ مال فے یا انفال جو ہے جو انعام کے طور پر ہے بغیر جنگ کے جو حاصل ہوا اس میں کسی کا کوئی حق نہیں یہ محض اللہ کا اپنا ہے اور اللہ نے عطا فرمایا ہے اپنے رسول ﷺ کو۔اب رسول اللہ ﷺ اسے کہاں خرچ کریں گے وہ بھی آگے دوسری جگہ ارشاد فرمایا۔وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ تو اس طرح اس کے پانچ،چھ مصرف بھی ارشاد فرما دیئے گئے۔فرمایا لیکن اصل بات جہاد سے غنیمت یا مال جمع کرنا نہیں ہے۔جو غنیمت جنگ کر کے حاصل ہوتی ہے اس کے طریقے الگ مقرر ہو گئے جو بغیر جنگ کے حاصل ہوتی ہے

وہ حضور اکرم ﷺ کی صوابدید پر چھوڑ دی گئی اور آگے اس کے مستحقین مقرر کر دیئے گئے۔حضور ﷺ کے قرابت دار جن کا خرچ حضور ﷺ برداشت فرماتے تھے یا یتیم یا مساکین یا مسافر یا غرباء کو حضور ﷺ اپنی پسند سے جس کو جتنا چاہیں عطا فرما دیں۔بنیادی طور پر تو غنیمت کے دو ہی طریقے تھے۔ایک جنگ سے غنیمت آتی تھی دوسری بغیر جنگ کے۔کفار بھاگ گئے،مال چھوڑ گئے تو وہ بغیر جنگ کے غنیمت آ گئی تو اس کے اصول مقرر دیئے گئے اور یہ غزوہ بدر میں چیزیں مقرر ہو گئیں۔احد میں حضور اکرم ﷺ نے پچاس جانبازوں کا ایک دستہ ایک درے پہ مقرر فرمایا تھا جو اسلامی لشکر کی پشت پر تھا۔جب کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگنے لگے،مسلمان تعاقب کر رہے تھے اور ان کی غنیمتیں،ان کے خیمے،ان کا مال،ان کی چیزیں،ان کی دولت رہ گئی تو ان جانبازوں نے جو درے پر مقرر تھے،انہوں نے کہا کہ اب تو جنگ ختم ہو گئی،کفار کو شکست ہو گئی وہ بھاگ رہے ہیں تو ہم بھی ان کو مارنے میں،ان کو بھگانے میں حصہ لیں۔جو وہاں امیر لشکر تھے انہوں نے فرمایا نہیں!ہمیں حکم ہوا تھا یہیں رہیں ہم یہیں رہیں گے تو ان کے ساتھ چھ آدمی اور وہ کل سات آدمی وہاں رہ گئے باقی سارے لوگ نیچے اتر آئے۔حضرت خالد بن ولیدؓ احد میں کفار کی طرف سے لشکر کے ایک سردار کی حیثیت سے تھے overall جو انچارج تھے وہ تو ابو سفیان تھے لیکن یہ بھی جرنیل اور سالار قسم کے تھے۔انہوں نے دیکھا تو اندازہ لگایا کہ سات بندے رہ گئے ہیں۔ہم گھڑ سوار لے کر پیچھے سے جا کر درے سے حملہ کر سکتے ہیں۔چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا وہ ساتوں وہاں شہید ہو گئے اور مسلمانوں پر پشت سے حملہ ہو گیا جس میں بہت سے صحابہؓ شہید ہو گئے طوفان مچ گیا۔کسی نے شور کر دیا حضور صلعم بھی شہید ہو گئے بلکہ مفسرین لکھتے ہیں شیطان نے نعرہ لگایا تھا اِنَّ مُحَمَّدً اقَدْ قُتِلَ صلی اللہ علیہ وسلم کہ حضور شہید کر دیئے گئے تو بہت افراتفری مچی۔بعض عہد حاضر کے علماء نے اس پر لکھا ہے کہ وہ (صحابہؓ) غنیمت کے لالچ میں آ گئے۔صحابہ کرامؓ پر اس طرح سے طنز کرنا درست نہیں ہے۔غنیمت کا تو ایک اصول تھا۔اس کے مطابق وہ وہیں رہتے انہیں اپنا

حصہ مل جاتا تھا۔غنیمت لوٹنے کا تو مقصد ہی کوئی نہیں ،زیادہ لوٹنے کی کیا ضرورت تھی۔ غنیمت کا یہ اصول تو نہیں تھا کہ جو زیادہ لوٹ لے وہ زیادہ لے جائے ،تھوڑا لوٹ لے تھوڑا لے جائے ۔غنیمت تو ساری بارگارہ رسالت ﷺ میں جمع ہوتی تھی ۔اور ہر اس بندے کو اس کا حصہ ملنا تھا جو وہاں شریک تھا یا میدان میں نہیں تھا لیکن کہیں بھی جہاد کی ڈیوٹی دے رہا تھا اس کا بھی حصہ تھا ۔تو یہ غلط الزام ہے ہاں وہ شوق شہادت میں یا شوق جہاد میں ان سے غلطی ہوگئی ۔اجتہادی غلطی تھی انہوں نے سمجھا اب جنگ ختم ہوگئی یہاں ہماری ڈیوٹی کی کیا ضرورت ہے ۔مشرکین بھاگ رہے تھے اس کے باوجود بھی مسلمانوں نے کئی میل تک مشرکین کا تعاقب کیا اور انہیں بھگایا۔اسی شور شرابے میں حضور اکرم ﷺ کا رخ انور زخمی ہوا ،خود مبارک کی کڑیاں چہرۂ انور میں دھنس گئیں۔ دندان مبارک میں سے دانت مبارک شہید ہوا خون مبارک گرا ،زخمی ہوئے اور ابھی تک جو غار موجود ہے مقام احد پر ،اس میں حضور ﷺ کو لے جایا گیا مرہم پٹی کی گئی ۔تو یہ کہنا کہ غنیمت کے لالچ میں اتر آئے تھے یہ سراسر زیادتی ہے ۔اللہ معاف فرمائے صحابہؓ کے بیان میں زبان کو بہت محتاط رکھنا چاہیے کہ یہ قرآن کے مثالی مسلمان اور حضور ﷺ کے صحبت یافتہ ہیں ۔لیکن ارشاد باری ہے فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ غنیمت کی طرف توجہ کرنے کی بجائے کہ غنیمت میں سے مجھے کیا ملتا ہے ۔یہ سوچنے کی بجائے فَاتَّقُوا اللّٰهَ عظمت الٰہی کا احساس وادراک کرو ۔جس کی خاطر تم جان لے کر میدان میں آئے ہو ،جس کے کلمہ حق کو غالب کرنے کے لئے تم لڑ رہے ہو ،اس کی طرف متوجہ رہو کہ وہ تمہاری ،یہ کوشش یہ کاوش قبول فرمائے ۔بعض اوقات صورتاً ایک چیز بھلی ہوتی ہے ،نیک عمل ہوتا ہے لیکن اگر بندے کی نیت درست نہ ہو تو وہ نیکی جو صورتاً نیکی ہوتی ہے وہ حقیقتاً نیکی نہیں رہتی ۔غالباً جیسا مجھے یاد ہے اگر میں بھول نہیں گیا تو یہ غزوہ احد کی بات ہے ۔ایک نو مسلم بڑی بے جگری سے لڑ رہا تھا اور صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی کہ دیکھیں یہ شخص کتنی بے جگری سے لڑ رہا ہے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ''جہنمی'' ہے ۔بڑے حیران ہوئے کہ جہاد کر رہا ہے حضور ﷺ کی طرف سے ،بڑی بے جگری سے لڑ رہا ہے ۔کچھ دیر گزری تو اسے تیر لگا ،زخمی ہو کر گر گیا ۔جانبر ہونے کی توقع نہیں تھی تو اس نے وہی تیر نکالا یا اور تیر لیا ،بہر حال اس نے زمین پر تیر رکھ کر اپنا سینہ سامنے رکھ کر خود کو گرا دیا اور خودکشی کر کے مر گیا ۔تو صحابہؓ نے عرض کی عجیب بات ہے آپ ﷺ نے فرمایا تو واقعی شہادت تو نصیب نہیں ہوئی ،اس نے تو خود کشی کر لی ۔تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ وہ اللہ کے لئے نہیں لڑ رہا تھا تو وہ جو بے جگری سے لڑ رہا تھا تو اس کی نیت میں یہ تھا کہ میں فلاں قبیلے کا آدمی ہوں ہم بڑے جنگجو ہیں میرے قبیلے کا نام رہے کہ فلاں قبیلے کے لوگ بڑا لڑتے ہیں ۔وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے نہیں لڑ رہا تھا اپنی شہرت کے لئے لڑ رہا تھا ۔اس لئے میں نے بتایا کہ یہ جہنمی ہے ۔یعنی بظاہر تو جہاد میں شامل تھا لیکن نیت دین کی مدد کرنا یا حضور ﷺ کی غلامی یا اللہ کی رضا نہیں تھی ،نیت اپنی شہرت تھی ۔اس طرح سے بعض لوگ بڑی عبادتیں ،بڑی چلہ کشی ،بڑی محنت کرتے ہیں لیکن اغراض دنیاوی ہوتی ہیں کہ لوگ مجھے پارسا سمجھیں ،لوگ میرے لیے پیسے لائیں ،خدمت کریں ، شہرت ہو جائے ۔تو جہاں خلوص نہیں ہوتا وہاں غضب الٰہی ہوتا ہے ۔ فرمایا غنائم کا قصہ تو ہو گیا اللہ نے طے کر دیا احکام نافذ ہو گئے ،اللہ کا رسول ﷺ نافذ فرمائے گا ۔بات ختم ہوگئی فَاتَّقُوا اللّٰهَ تم اس بات کا احساس رکھو کہ تمہارا جو عمل ہے وہ رضائے الٰہی کے لئے ہو ۔تقویٰ کہتے ہیں اس کیفیت کو جس میں بات کرتے وقت ،کام کرتے وقت یہ احساس دل میں ہو کہ اللہ میرے اس کام سے راضی ہو ۔جب یہ احساس ہوگا تو وہ کام اللہ کے حکم کے مطابق ہوگا ،نبی کریم ﷺ کے بتائے طریقے اور سنت کے مطابق ہوگا تو یہی تقویٰ ہے ۔تو فرمایا جہاد کرو ،عبادت کرو یا کاروبار کرو یا تجارت ،زندگی کا کوئی کام بھی کرو بنیادی طور پر فَاتَّقُوا اللّٰهَ اللہ جل شانہ کی عظمت کا احساس دل میں رکھو وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَيْنِكُمْ اور تمہارے جو آپس کے معاملات ہیں ان کی اصلاح کرو ،ان میں کھرے رہو ۔ایک دوسرے کو دھوکہ نہ دو ،ایک دوسرے کا مال لوٹنے کی کوشش نہ کرو ،ایک دوسرے سے ناجائز فائدہ

اٹھانے کی کوشش نہ کرو، ایک دوسرے سے ناجائز سفارش نہ کرو، ایک دوسرے کی آبرو کی طرف میلی نظر سے نہ دیکھو وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُم آپس کے معاملات کی اصلاح کرو۔ جس کام کا اللہ نے فیصلہ کر دیا اور اس کا ذمہ دار اس نے اپنے حبیب ﷺ کو بنایا اس کی فکر تمہیں کیوں ہے۔ غنیمت کا حصول اور اس کی تقسیم منصب رسالت ہے حضور اکرم ﷺ نے سلیقہ بتا دیا کہ اس طرح تقسیم ہوگا۔ اب وہ آپ ﷺ کی ذات والا صفات پر منحصر ہے۔ جو کام آپ کے کرنے کا نہیں مجاہدین و غازیان اسلام کے کرنے کا نہیں آپ اس کی فکر کیوں کرتے ہیں۔ اس کی فکر کرو جو آپ کے کرنے کا کام ہے۔ ہمارے یہاں، اللہ ہمیں معاف فرمائے یہ طریقہ اُلٹ گیا ہے اور ہمارا رویہ یہ ہے کہ ہر بندہ دوسرے پر تنقید کرنے کو تیار ہے کہ وہ صحیح نہیں کر رہا۔ یہ سوچنے کو کوئی بھی تیار نہیں کہ جو میں کر رہا ہوں کیا یہ ٹھیک ہے یا غلط ہے۔ اصول یہ ہے کہ پہلے اپنی خبر لو۔ میرے معاملات کیسے ہیں، میرے دوسروں سے تعلقات کیسے ہیں، میری ذمہ داریاں کیا ہیں، کیا میں وہ ادا کر رہا ہوں یا نہیں کر رہا۔ میرے فرائض کیا ہیں۔ پہلے فرائض ادا کرو پھر اپنے حقوق کا مطالبہ کرو۔ ہمارے ہاں رویہ یہ ہو گیا ہے کہ اپنا فرض ادا کوئی نہیں کرتا، حق کے مطالبے کے لئے جلوس نکالے جاتے ہیں۔ تو ایک بندے کا جو فریضہ ہوتا ہے وہ دوسرے کا حق ہوتا ہے۔ اگر سب لوگ اپنے فرائض ادا کریں تو سب کو ان کے حقوق مل سکتے ہیں، پہنچ سکتے ہیں۔ سو فرمایا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ اللہ سے ڈرو عظمت الٰہی کا احساس رکھو اور آپس کے معاملات کی اصلاح کرو، درست کرلو۔ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو جیسا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم مومن ہیں، مسلمان ہیں۔ اگر تم واقعی ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کے سوا تمہارے پاس کوئی راستہ نہیں۔ فرمایا جو اللہ اور اللہ کے حبیب ﷺ کی اطاعت سے نکل جاتا ہے اس کا ایمان مشکوک ہو جاتا ہے کہ اس میں ایمان ہے بھی یا نہیں۔ ایمان لانا ایک دعویٰ ہے کہ میں مسلمان ہوں، مومن ہوں، میں ایمان لایا۔ ہر دعوے کو گواہوں کی ضرورت ہوتی ہے

۔ اعمال گواہ ہیں۔ انسان جب عمل کرتا ہے تو اس کا کردار اس کے اس دعوے پر گواہ ہے کہ یہ مومن ہے۔ جھوٹ نہیں بولتا، کیوں نہیں بولتا؟ اللہ سے ڈرتا ہے میں مومن ہوں، کسی کا مال ناجائز نہیں کھاتا، کیوں نہیں کھاتا؟ اس لئے کہ میں مومن ہوں، میں اللہ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کرسکتا۔ کسی کے ساتھ زیادتی نہیں کرتا۔ تو یہ جو اچھا کردار ہے یہ اس کے مومن ہونے کا گواہ ہے۔ فرائض وقت پر ادا کرتا ہے، نماز ادا کرتا ہے، روزہ رکھتا ہے، زکوٰۃ دیتا ہے، حج فرض ہو تو حج کرتا ہے ۔ فرائض دینی کا، دنیاوی امور میں سنت نبوی کا خیال رکھتا ہے تو یہ اس کا کردار اس کے ایمان دار ہونے پہ گواہ ہے۔ سو فرمایا اگر تم مومن ہو تو تمہارے پاس صرف ایک راستہ ہے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا ، زندگی گزارنے کا کوئی دوسرا طریقہ مومن کے پاس ہے ہی نہیں ۔ معاملات کرنے کا کوئی طریقہ مومن کے پاس نہیں ہے، ایک ہی طریقہ ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرے۔ تو فرمایا ہر کوئی ایمان کا دعویٰ لیے پھرتا ہے اور آج کا، اس دور کا، پندرہویں صدی کا ایک مسلمان اٹھ کر ان کا صحابہ کبارؓ پہ تنقید کرتا ہے جنہوں نے اسلام کی بنیاد رکھی۔ حضرت جیؒ، اللہ آپ پر کروڑوں کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اپنے مشاہدات بہت کم بیان فرمایا کرتے۔ آپؒ کے پوری سوانح میں بھی بہت کم دیکھا گیا ہوگا کہ کہیں حضرتؒ نے اپنا مشاہدہ بیان فرمایا ہو۔ ساتھیوں سے فرماتے تھے اچھا تم مراقبہ کر کے دیکھو، فلاں کام کیسا ہے، فلاں بات کیسی ہے؟ لیکن خود نہیں لیکن ایک مشاہدہ بیان فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت پوری جماعت صرف ہم چار، پانچ ساتھیوں پر مشتمل تھی۔ تو ایک دن فرمانے لگے کہ میں نے پندرہ سولہ سال صرف لطائف کیے ہیں اور پھر اس کے بعد حضرتؒ نے سالک المجذوبی تک مراقبات کرا کے فارغ کر دیا۔ میں گھر آیا تو فرماتے تھے گھر بھی گھنٹوں ذکر کیا کرتا تھا، تلاوت کیا کرتا تھا، کتابیں پڑھا کرتا تھا، کہیں آتا جاتا نہیں تھا کسی سے ملتا ملاتا نہیں تھا؟ تو صوفی اغراض کے لوگوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں ایک دن میں نے دیکھا نبی کریم ﷺ جلوہ افروز ہیں، میں خدمت عالی میں

حاضر ہوں۔ محفل مبارک لگی ہوئی ہے جس طرح بارگاہ مبارک میں ہوتی ہے۔ تو فرماتے ہیں حضور ﷺ نے مجھے مخاطب نہیں فرمایا۔ یہ حضور ﷺ کی عادت دار دنیا میں بھی تھی کہ کسی ایک فرد کو مخاطب فرما کر ارشاد نہیں فرماتے تھے۔ کبھی کسی فرد کو مخاطب فرمانا مقصود ہوتا تو عمومی ارشاد فرماتے تھے کہ اس طرح کرنا چاہیے اسی طرح نہیں کرنا چاہیے۔ تو حضور ﷺ فرمانے لگے یہ جو اسلام کی عمارت ہے اس میں پتھر نہیں لگے اس میں میرے صحابہؓ کی ہڈیاں لگی ہیں اور جو گارا لگا ہے وہ مٹی کا نہیں ہے میرے صحابہؓ کا خون اور گوشت اس عمارت کا گارا بنا اور آج لوگ ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں اور ان پر تنقید کرتے ہیں اور ایسے بندے جنہیں اللہ نے علم دیا ہے اور اس کا دفاع کر سکتے ہیں وہ دفاع نہیں کرتے اور بیٹھے رہتے ہیں کہ مجھ پر نحوست آئے گی تو یہ تو کوئی بات نہیں۔ یہ تو صحیح نہیں ہے۔ حضرتؒ فرماتے ہیں مجھے بات کھٹک گئی کہ یہ تو مجھے فرمایا جا رہا ہے میں دفاع کر سکتا ہوں، معترضین کو جواب دے سکتا ہوں لیکن میں تو اپنی کیفیات بچانے کے لیے باہر نکلتا ہی نہیں۔ تب فرماتے ہیں کہ میں نے میدان عمل میں قدم رکھا۔ بیان کرنا شروع کیا پھر مناظرے کیے۔ ساری عمر دفاع کرتے رہے عظمت صحابہؓ کا۔ کتابیں تصنیف کیں، مناظرے کیے، معرکے ہوئے، قاتلانہ حملے ہوئے۔ ایک ایسی زندگی گزاری کہ آخری دم تک اس میدان میں مصروف عمل رہے اور یہ تو بعد والے ساتھیوں کو بھی پتہ ہے کہ جب کبھی بیٹھتے تو یہی موضوع چلتا اور یہی باتیں ہوتیں۔ کوئی بات ذاتی نہیں ہوتی تھی، کوئی اپنے منافع کی نہیں ہوتی تھی سارا موضوع یہی ہوتا تھا۔ یہ وہ عظیم لوگ ہیں جن کے طفیل آج ہم بھی مسلمان ہیں۔ ان کی شان میں زبان کھولنے سے پہلے سو بار سوچنا چاہیے۔

سو اگر تم مومن ہو تو تمہارے پاس ایک ہی راستہ ہے اللہ کی اطاعت۔ اور اللہ کی اطاعت کیا ہے؟ محمد رسول اللہ ﷺ کی اطاعت۔ اور مومن کون ہے؟ ہر کوئی طرّہ باندھے پھرتا ہے، میں مومن ہوں۔ اللہ فرماتا ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ، یقیناً پکی بات ہے کہ مومن وہ ہیں الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ۔ وہ لوگ جن کے پاس اللہ کا ذکر کیا جائے تو ان کے دل عظمت الٰہی کے سامنے بچھ جاتے ہیں وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ، اسکا لفظی معنی تو ہے کہ ان کے دل ڈر جاتے ہیں لیکن یہ وہ ڈر نہیں کہ جو کسی چور کا ڈر ہوتا ہے یا کسی موذی جانور کا ڈر ہوتا ہے یا ڈاکو یا دشمن کا ڈر ہوتا ہے یہ ڈر مراد نہیں ہے۔ اس ڈر سے وہ کیفیت، وہ ڈر مراد ہے کہ کسی بہت بڑی ہستی کے سامنے آپ ایک دم آ جائیں تو ایک کیفیت اس کی جلالت وعظمت یا اس کی ہیبت جو دل پہ طاری ہوتی ہے۔ وَجِلَتْ سے وہ ڈر مراد ہے کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو عظمت الٰہی ان کے قلوب پہ چھا جاتی ہے۔ یار، بات عجیب ہے سنتے تو کان ہیں اور کان تو کافروں کے بھی سنتے تھے۔ حضور ﷺ کے ارشادات بھی سنتے تھے ان پر تو کچھ نہیں گزرتا تھا۔ اس لیے کہ ان کے دل مردہ تھے مومن زندہ دل ہوتا ہے۔ مومن کے صرف کان نہیں سنتے اس کا دل بھی سن رہا ہوتا ہے۔ ذکر الٰہی کی بات ہوتی ہے، اللہ کا ذکر آتا ہے اللہ کی ذات، اللہ کی صفات کی بات ہوتی ہے تو وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ ۔ تو ان کے دل عظمت الٰہی سے بھر جاتے ہیں، سہم جاتے ہیں وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا اور جب ان کے سامنے اللہ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھتا ہے، زیادہ ہوتا ہے۔ ایمان نام ہے ایک کیفیت کا جسے آپ اردو میں یقین کہہ سکتے ہیں، اعتبار کہہ سکتے ہیں۔ تو یقین کی کیفیت میں مزید ترقی ہوتی ہے۔ وَّعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ۔ اور وہ سب کچھ وہی کرتے ہیں جو دوسرے لوگ کرتے ہیں۔ تو ان کے دل کھانا کھاتے ہیں، لباس پہنتے ہیں، مکان بناتے ہیں، بچے پالتے ہیں، ملازمت کرتے ہیں، تجارت کرتے ہیں، کاروبار کرتے ہیں تو ان کے دل اللہ کی عظمت سے بھر جاتے ہیں اور جب ان پر آیات مبارکہ پڑھی جائیں تو ان کے یقین و ایمان میں زیادتی ہوتی ہے اور وہ زندگی کے سارے امور میں اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ جب بھروسہ اللہ پہ ہے تو کوئی ناجائز ذریعہ اختیار کرنے کی ضرورت پیش نہیں آتی ہے کسی بھی کام میں اگر یہ ایمان نصیب ہو جائے کہ اگر یہ اللہ نے کرنا ہے تو ہونا ہے اللہ نہیں کرے گا تو نہیں ہوگا تو پھر آدمی جائز وسائل اختیار کرتا ہے۔ اللہ پہ بھروسہ نہ ہو تو پھر ناجائز ذرائع

اختیار کرتا ہے۔ جھوٹ بولتا ہے، رشوت دیتا ہے، سفارش کراتا ہے کہ یہ کام ضرور ہو جائے۔ لیکن اللہ پہ بھروسہ ہو تو جائز ذرائع استعمال کرتا ہے اور ناجائز کی طرف نہیں جاتا۔ توکل کا معنی یہ ہے کہ جائز اور حلال طریقے سے زندگی کا ہر کام کیا جائے اور نتائج کا بھروسہ اللہ پہ رکھا جائے۔ اگلا وصف مومنین کا کیا ہے؟ اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ وہ لوگ اللہ کی عبادت کو اور نماز کو قائم رکھتے ہیں۔ نماز ادا کرنا ایک بات ہے نماز، قائم کرنا دوسری بات ہے۔ قائم کرنے سے مراد یہ ہے کہ اس کے پورے لوازمات کیساتھ، وقت کے ساتھ، لباس کی پاکیزگی، طہارت کے ساتھ، خشوع وخضوع کے ساتھ خود بھی ادا کرتے ہیں اور پھر دوسروں کو، اردگرد کے لوگوں کو بھی تلقین کرتے ہیں، نماز کے قائم کرنے کا سبب بنتے ہیں۔ اور ہم نے جو نعمتیں انہیں دی ہیں انہیں نیکی پہ خرچ کرتے ہیں۔ مال دیا ہے تو اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ زکوٰۃ تو فرض ہے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ نفلی صدقہ بھی دیتے ہیں قوت اور طاقت دی ہے تو وہ غریب ماری پر صرف نہیں کرتے بلکہ اللہ کی راہ میں نیکی پہ صرف کرتے ہیں۔ اقتدار دیا ہے تو لوگوں پہ ظلم نہیں کرتے، لوگوں سے انصاف کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ علم دیا تو اسے دبا کر نہیں بیٹھ رہتے اسے اللہ کی راہ خرچ کرتے ہیں۔ یعنی ہر چیز مال و دولت، علم، طاقت، اقتدار جو بھی ہے اسے اللہ کی راہ میں نیکی پہ خرچ کرتے ہیں اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا یہ ہیں پکے سچے ایمان والے۔ قرآن نے ہمارے سامنے ایک بڑا پوری دیوار جتنا آئینہ رکھ دیا ہے۔ یہ آیت مبارکہ ایک آئینہ ہے اس میں دیکھ لو تم مومن ہو یا نہیں۔ اگر یہ اوصاف تم میں ہیں تو تم پکے اور اُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا۔ حق سچ کے، پکے، صحیح مومن ہو۔ ان صفات میں جتنی کمی ہے اتنا تمہارے مومن ہونے میں کمی ہے۔ اگر یہ صفات تم سے چھوٹ ہی گئی ہیں تو پھر شاید ایمان بھی بچا ہے یا نہیں۔ آسان سا طریقہ ہے اس کو سمجھنے کا آج کل جو ہمارا شعبہ ہے صحت اور میڈیکل کا جس میں نئی تحقیقات آگئی ہیں کہ یہ viral infection ہے، virus ہے۔ اس سے یہ بخار یا یہ تکلیف ہوگئی اب اس کا علاج شروع ہوگیا ہے اب اگر وہ وائرس جسم میں رہتا ہے تو صحت ٹھیک نہیں ہوسکتی۔ آپ بے شک دوائیں کھاتے رہیں، علاج کرتے رہیں جب تک وہ وائرس ہے بیماری کا کوئی نہ کوئی اثر کہیں نہ کہیں نکلتا رہے گا۔ پہلے وہ وائرس ختم ہو تو بیماری ختم ہو جائے گی۔ یہی طریقہ علاج ہے۔ فرمایا اسی طرح اگر ایمان اندر ہے تو اعضاء وجوارح سے ظاہر ہوتا رہے گا، زبان سے جو بات نکلے گی وہ اس کی شہادت دے گی، نظر اٹھے گی تو وہ تمہارے مومن ہونے کی شہادت دے گی۔ اللہ کی عبادت کا وقت ہوگا تو کس خشوع وخضوع، کس پابندی سے عبادت کرتے ہو تمہارے ایمان کی شہادت ہے۔ اور اگر یہ آثار ختم ہوگئے، بخار ختم ہو گیا تو سمجھو اندر کوئی وائرس نہیں رہا۔ اگر یہ آثار ختم ہوگئے تو سمجھو ایمان کوئی نہیں رہا۔ تمہیں تلاش کرنا ہوگا کہ کہاں کمی ہے اور کیوں کمی ہے۔ اور جن میں یہ آثار موجود ہیں وہ پکے اور سچے ایمان والے ہیں لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ان کے پروردگار کی بارگاہ میں ان کے لیے بڑے بلند درجات ہیں وَمَغْفِرَةٌ" انسان ہیں، نیک ہیں، مخلص ہیں، ذاکر ہیں، صاحب حال ہیں، پھر بھی انسان ہیں ان سے غلطی، سستی ہو سکتی ہے اگر ان سے بھول چوک ہوگئی تو ان کے لیے ان کے اللہ کی مغفرت اور بخشش موجود ہے وَّرِزْقٌ" کَرِیْمٌ "اور بے پناہ عزت کی روزی ان کی منتظر ہے۔ ان کے لئے اعلیٰ جنتیں، اعلیٰ علیا مقامات، اعلیٰ رزق، اعلیٰ لباس، ہر نعمت ان کے لیے موجود ہے۔ وہ جو مومن ہیں جن میں یہ اوصاف موجود ہیں اور جو اللہ کے بھروسے جیتے ہیں۔

وآخر دعوانا ان الحمدالله رب العلمين

جب عشق سکھاتا ہے آداب خود آگاہی
کھلتے ہیں غلاموں پر اسرار شہنشاہی
عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی

اقبال

من الظلمت الی النور

افضال حسین راجہ (کولون: جرمنی)

ہر کہ طالب حق بود من حاضرم
از ابتداء تا انتہا یک دم برم
طالب بیا، طالب بیا ، طالب بیا
تا رسانم روزِ اوّل باخدا!

جو شخص بھی حق کا طالب ہو، میں اس کی مطلب برآری کے لئے حاضر ہوں۔ اور یہ میرا وعدہ ہے کہ اسے پل بھر میں ابتداء سے انتہاء تک پہنچا دوں گا۔ اے طالب آ، اے طالب آ، اے طالب آ، تاکہ میں تجھے پہلے ہی دن خدا تک پہنچا دوں۔)

سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کا رسالہ روحی میرے زیر مطالعہ رہا۔ ہمارے ایک ساتھی تھے ریڈیو وائس آف جرمنی میں جناب علی اصغر، اللہ انہیں غریق رحمت کرے اور بلند درجات عطا فرمائے۔ میں اکثر ان سے دینی کتابیں لے کر پڑھا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ انہوں نے مجھے حضرت سلطان باہوؒ کا رسالہ روحی لا کر دیا۔ کتاب کا مطالعہ کئی بار کیا۔ زیادہ سمجھ تو نہ آئی، لیکن اُن کے اس شعر پر اٹک کر رہ گیا۔

طالب بیا، طالب بیا، طالب بیا، تا رسانم روزِ اوّل باخدا! ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔ کامل مرشد وہی ہے جو بلا محنت و ریاضت پہلے ہی دن اسم اعظم کا سبق دے کر طالب کے دل پر نقش کر دے۔ اُن کے تجویز کردہ سلوک کا بنیادی اصول مرشد کی توجہ خاص ہے۔ دل کے نہاں خانے سے آواز نکلی۔ یا ربّ العالمین یہ بزرگ تو اپنے وقتوں پر آئے اور چلے گئے۔ اور بھی اولیائے کرام آتے رہے۔ ہدایت کی روشنیاں پھیلا کر اس دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ لیکن آج کے اس دور میں بھی یقینی طور پر کچھ ایسی ہستیاں ہوں گیں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ آج کے زمانے کے لوگ اس نعمت سے محروم رہیں۔ یا اللہ کسی ایسی ہی نیک ہستی تک راہنمائی فرما دے۔

وقت گزرتا رہا۔ الحمد للہ ایک عرصے سے اللہ تعالیٰ نے مجھے دعوت و تبلیغ کے کام سے جوڑ رکھا ہے۔ جرمنی کے علاوہ دیگر ہمسایہ ملکوں میں بھی جانا رہتا ہے۔ ۲۰۰۷ کی بات ہے۔ ہمارا سالانہ اجتماع برلن میں تھا۔ اجتماع کے بعد اللہ کے راستے میں نقد جماعتیں نکلیں۔ میری تشکیل بھی ایک جماعت کے ساتھ ہوئی، جسے جرمنی کے اندر ہی کام کرنا تھا۔ ہمیں سابق مشرقی جرمنی کے ایک علاقے کا رُوٹ ملا۔ مغربی جرمنی کے برعکس ملک کے مشرقی حصے میں مساجد کی تعداد بہت کم ہے۔ اس لئے چھوٹی چھوٹی جماعتیں نکلتی ہیں جنہیں بوقت ضرورت کسی ساتھی کے ہاں اعتکاف کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے ساتھ بھی یہی کچھ ہوتا رہا۔ کبھی مسجدوں میں ٹھہرتے رہے اور کبھی کسی ساتھی کے گھر۔ چلتے چلتے ہم Gera نامی ایک چھوٹے سے شہر میں پہنچے، جس کی آبادی زیادہ نہ تھی۔ یہاں کسی مسلمان نے گھر کے نچلے حصے کو مسجد کی شکل دے رکھی تھی۔ ہماری جماعت وہاں ٹھہری۔ پہلے دن ایک پاکستانی بھی مسجد میں آئے۔ زیادہ بات نہ ہو سکی۔ دوبارہ نظر نہ آئے۔ بہرحال دن بھر ہم نے کام کیا۔ رات کے اجتماعی اعمال کے بعد جب ساتھی سونے لگے، تو میں چلتا ہوا ایک الماری کے پاس پہنچا جہاں قرآن پاک اور کچھ دینی کتابیں رکھی تھیں۔ اچانک اردو کی ایک کتاب نظر آئی۔ حیرانی اور شوق سے میں نے اسے اٹھایا اور ورق گردانی کرنے لگا۔ میں نے کھڑے کھڑے یہ کتاب پڑھنی شروع کر دی۔ ہر صفحے پر

ایک ایک، دو دو پیراگراف تھے اور ہر پیرا شروع ہوتا تھا فرمایا سے۔ ان پیراگرافس میں دین کے بارے میں ایسی باتیں درج تھیں جو عام دینی کتابوں سے ہٹ کر تھیں۔ مجھے وہ کتاب بہت دلچسپ لگی۔ بڑی بڑی باتیں بہت سادہ انداز میں بیان کی جا رہی تھیں۔ میں کھڑے کھڑے تھک گیا تو وہیں ایک کونے میں بیٹھ گیا۔ کتاب کو میں نے نہیں بلکہ کتاب نے اب مجھے پکڑ لیا تھا۔ ایک عجیب بات جو میں محسوس کر رہا تھا وہ یہ کہ جیسے یہ باتیں میرے دل پر اثر انداز ہو رہی ہوں۔ تصوف کے بارے میں باتیں تھیں مگر بڑے دلنشین انداز میں۔ جیسے میں شروع میں بتا چکا ہوں، سلطان باہوؒ کی کتاب روحی کو، جسے اردو کے قالب میں ڈھالا ہے جناب سیّد احمد سعید ہمدانی نے، میں نے کئی دفعہ پڑھا لیکن وہ میرے لئے ایک مشکل کتاب تھی جس کی بہت سی باتوں کی مجھے سمجھ نہیں آتی تھی۔ یہاں تو ہر پیراگراف میری دلچسپی میں اضافہ کرتا جا رہا تھا۔ میرے ساتھی کب کے سو چکے تھے۔ میں پورے طور پر کتاب میں کھویا ہوا تھا۔ ایک جگہ درج تھا" میں یہ ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ میں ایک نگاہ میں کسی شخص کے وجود کے ایک ایک ذرے کو اللہ کا ذکر سکھا سکتا ہوں۔ مجھ پر اللہ کا احسان ہے کہ جس کام کے لئے برسوں لگتے ہیں یا جس کے لئے بڑے بڑے صوفی برسوں کا وقت طلب کرتے ہیں مجھے اللہ نے یہ قوت بخشی ہے کہ وہ بات میں ایک لحہ میں کر سکتا ہوں۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ کوئی شخص مجھے غیر ضروری اہمیت دے۔ مجھے یہ بھی پسند نہیں کہ کوئی شخص میرے ہاتھ کو بوسہ دے"۔ کتاب میں بنیادی پیغام یہ تھا کہ ہمارا کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ جائے۔ ہر سانس قیمتی ہے۔ اسے قیمتی بنائیں۔ اندر کھینچیں تو لفظ اللہ کو ساتھ لے کر جائیں، اسے دل کی گہرائیوں میں اتاریں، باہر نکالیں تو ھُو کی چوٹ لگائیں۔ یعنی ذکرِ پاس انفاس۔ قلبی ذکر۔ ایک مقام پر فرمایا کہ ہمارے نقشبندیہ اُویسیہ سلسلے میں تصور شیخ نہیں ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ کوئی شخص اللہ کا تصور چھوڑ کر غیر اللہ کا تصور کرے۔ اس بات نے جیسے میرے اندر ایک شمع سی روشن کر دی۔

دل کے اندر سے آواز آئی یہی تو تم تلاش کر رہے تھے۔ آدھی سے زیادہ رات گزر چکی تھی۔ کتاب میں پورے طور پر کھویا ہوا تھا۔ ایک جگہ جب یہ فرمان دیکھا کہ ہم نبی ءِ پاک ﷺ کے دست مبارک پر روحانی بیعت کراتے ہیں تو میں اچھل کر رہ گیا۔ کیا؟ روحانی بیعت! حضور پاک کے دست مبارک پر!! آج کے دور میں اِس گئے گذرے زمانے میں! ۱۴ صدیوں بعد۔ کیا یہ بھی ممکن ہے؟ میرے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ مجھے یاد آیا کہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہوؒ کے اپنے بارے میں رسالہ روحی میں درج تھا کہ وہ قادری سلسلہ سے متعلق تھے مگر اس کا فیض اُنہیں اُویسی طریقہ پر پہنچا تھا۔ یعنی آپ نے حضور اکرم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ میں نے کتاب کو الٹ پلٹ کر دیکھا کہ یہ کتاب کب چھپی تھی۔ پہلی بار نام بھی پڑھا۔ کنز الطالبین۔ ۴، ۵، سال پہلے لاہور کے کسی اشاعتی ادارے سے شائع ہوئی تھی۔ شروع کے صفحات دیکھے تو پتہ چلا کہ گذشتہ برسوں کے دوران المرشد رسالے میں سلسلہءِ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ حضرت امیر محمد اکرم اعوان مدظلہٗ کے سوال و جواب کے جو کالم چھپتے رہے تھے انہیں اکٹھا کر کے کتاب کی شکل دے دی گئی تھی۔ دل کے نہاں خانے سے دعا نکلی۔ یا اللہ یہ بزرگ ابھی حیات ہوں، کیوں کہ کتاب میں ایک دو جگہ انہوں نے اپنی بیماری کا تذکرہ کیا تھا۔ میں نے اشاعتی ادارے کا ٹیلی فون نمبر نوٹ کر لیا۔ رات بہت ڈھل چکی تھی۔ کتاب واپس رکھی اور ایک بار پھر دل کی گہرائیوں سے یہی دعا نکلی کہ یا اللہ یہ بزرگ ابھی حیات ہوں اور مجھے ان کے پاس جا کر ذکر سیکھنے کی توفیق دے۔ میں اللہ کے راستے میں نکلا ہوا تھا، اس لئے مجھے پکا یقین ہو گیا کہ یہ اللہ کی طرف سے میری راہنمائی ہے۔ دل پورے طور پر یکسو اور مطمئن تھا کہ یہ تو ہو ہی نہیں سکتا کہ میں اللہ کے راستے میں نکلا ہوں اور مسجد میں ٹھہرا ہوں اور میری غلط راہنمائی ہو۔ میں رات کی تنہائی میں اللہ کے حضور جھک گیا اور دیر تک خلوص دل سے دعائیں مانگتا رہا۔ اب ایک ہی خواہش تھی کہ کس طرح میں بھی یہ ذکر سیکھوں تا کہ میرا کوئی

سانس بھی اللہ کے ذکر سے خالی نہ جائے۔ جب میرا خروج ختم ہوا اور میں اپنے شہر کولون آ گیا تو سب سے پہلے میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ لاہور کے اشاعتی ادارے کو فون کیا۔ میرا ان سے پہلا ہی سوال یہی تھا کہ نقشبندیہ اویسیہ کے شیخ مولانا محمد اکرم اعوان صاحب کیسے ہیں اور کہاں ہوتے ہیں؟ انہوں نے بتایا وہ چکوال میں ہوتے ہیں اور خیریت سے ہیں۔ میں نے ان سے فون نمبر پوچھا جو انہوں نے دے دیا۔ ٹیلی فون بند کر کے میں نے گہرا سانس لیا۔ اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ تھوڑے وقفے کے بعد میں نے مطلوبہ نمبر پر فون کیا۔ آپریٹر نے اٹھایا۔ میں نے کہا کہ مجھے مولانا محمد اکرم اعوان صاحب سے بات کرنی ہے۔ تھوڑی دیر بعد لائن مل گئی۔ میں نے سلام کیا۔ اپنا مختصر تعارف کرایا اور بتایا کہ میں جرمنی میں ہوتا ہوں۔ یہاں میں نے آپ کی کتاب پڑھی۔ میں ذکر کے بارے میں دلچسپی رکھتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا، ٹھیک ہے جب آپ پاکستان آئیں تو یہاں آیئے گا۔ پاکستان آنے کے چند ہی دنوں بعد میں نے چکوال کا رخ کیا۔ جولائی کے شروع کے دن تھے۔ گرمی خوب زوروں پر تھی۔ میں راولپنڈی سے ویگن میں سوار ہوا اور چکوال اتر گیا۔ میرے پاس ایڈرس نہ تھا۔ سوچا چھوٹا سا شہر ہے۔ ہر ایک کو پتہ ہو گا۔ ادھر اُدھر لوگوں سے پوچھتا رہا۔ لیکن بے سود۔ آخر ایک مسجد میں مجھے کسی نے بتایا کہ جن کے بارے میں آپ پوچھ رہے ہیں وہ یہاں نہیں بلکہ منارہ میں ہوتے ہیں جو یہاں سے تقریباً ۲۲ کلومیٹر دور ہے۔ قصہ کوتاہ میں منارہ پہنچ گیا۔ گیٹ پر سیکیورٹی والوں نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں کس سے ملنا ہے۔ میں نے انہیں اپنا مقصد بتایا۔ اس وقت قریب سے صقارہ اکیڈمی کے سابق پرنسپل ملک نواز صاحب گزر رہے تھے۔ انہوں نے کہا آپ اِن سے بات کر لیں۔ کچھ دیر بعد وہ مجھے لیکر اُن بزرگوں سے ملاقات کے لئے چل دیئے۔ میں نے راستہ میں پوچھا آپ اُن سے کیسے مخاطب ہوتے ہیں مولانا کہہ کر؟ بولے نہیں ہم سب اُنہیں حضرت جی کہتے ہیں۔ پچھلے پہر کا وقت تھا۔ میرے ذہن میں تصور تھا۔ سفید لمبی داڑھی ہو گی۔ ہاتھ میں لمبی تسبیح ہو گی۔ حجرے میں تشریف فرما ہوں گے۔ آس پاس مرید بیٹھے ہوں گے۔ ذکر و درود کی محفل ہو گی۔ اسی دوران ہم ایک حویلی کے سامنے جا پہنچے جو سڑک کے کنارے واقع تھی۔ بڑی سی چار دیواری۔ یہ ایک کھلا دالان تھا۔ سامنے ایک بڑی سی چارپائی تھی۔ دائیں ہاتھ بھی چارپائیوں پر کچھ عام زمیندار سے لوگ بیٹھے تھے۔ بائیں جانب کچھ کرسیاں لگی تھیں جن پر ہم خاموشی کے ساتھ جا کر بیٹھ گئے۔ سامنے چارپائی پر ایک بارلیش اور بارُعب شخصیت تکیہ لگائے براجمان تھی اور مقامی لوگوں سے عام طرح کی بات چیت جاری تھی۔ ساتھ ٹیبل پر فون دھرا تھا۔ یہی حضرت جی تھے جو میرے ذہن میں بسی خیالی تصویر کی بجائے کسی علاقے کے معزز سردار دکھائی دے رہے تھے، جن کے سر پر ایک کیپ سی تھی۔ جیسے تحریروں میں ان کا بے ساختہ پن نظر آیا تھا ویسے ہی یہاں کا ماحول تھا۔ کوئی تکلف نہیں بناوٹ نہیں۔ ہم خاصی دیر تک خاموشی سے بیٹھے رہے۔ پھر حضرت جی کے متوجہ ہونے پر ملک نواز صاحب نے میرے بارے میں مختصراً بتایا۔ اُنہوں نے فرمایا انہیں لے جائیں اور لطائف کا سبق دے دیں۔ پہلی ملاقات بڑی تشنہ رہی۔ no lift والا معاملہ نظر آیا۔ نواز صاحب نے مجھے ذکر کا طریقہ بتایا۔ اگلے دن واپسی سے پہلے میں ایک بار پھر حضرت جی سے ملاقات کے لئے اُن کے دفتر پہنچا۔ مختصر سی بات چیت کے بعد جب چلنے لگا تو فرمایا کہ چند دنوں میں ہمارا سالانہ اجتماع شروع ہونے والا ہے۔ اس میں آجایئے گا بڑا فائدہ ہو گا۔ کچھ دنوں بعد میں دوبارہ منارہ پہنچ گیا۔ اجتماع شروع ہو چکا تھا۔ ۳۰۰، ۴۰۰ لوگ جمع تھے۔ روزمرہ پروگرام نوٹس بورڈ پر چسپاں تھا جس کے مطابق ظہر سے قبل حضرت جی کا درس تھا۔ مقررہ وقت پر لوگ مسجد میں بیٹھ گئے۔ ایک جگہ وڈیو کیمرہ نصب تھا۔ لائٹیں آن تھیں۔ سامنے ایک میز کے ساتھ بڑی سی کرسی تھی۔ حضرت جی تشریف لائے۔ بلند قامت، مضبوط جسم، سفید اُجلا لباس، سر پر سفید عمامہ، نورانی چہرہ، ماشاء اللہ بہت بارعب شخصیت۔ مسجد میں مکمل

سکوت طاری تھا۔ میز کی دائیں جانب کچھ لوگ قطار میں بیٹھے تھے۔ جنہوں نے ایک لمبی سفید چادر کو ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ دوسرا سرا حضرت جی نے ہاتھ میں لیا۔ کچھ دیر تک پڑھا اور یوں ان لوگوں کو بیعت کرلیا گیا۔ اس کے بعد حضرت جی نے قرآن پاک ہاتھ میں لیا اسے چوما اور ایک جگہ سے کھول کر تشریح شروع کردی۔ لگ بھگ ایک گھنٹے کا بیان تھا۔ مسجد میں ہر نماز کے بعد اجتماعی ذکر ہوتا تھا۔ ہمیں بتا دیا گیا تھا کہ جب سانس اندر جائے تو تصور کریں جیسے لفظ اللہ دل کی گہرائیوں میں اتر گیا ہو۔ اور جب سانس خارج کریں تو ھُو کی چوٹ سینے کے اس مقام پر لگے جس لطیفے کا آپ ذکر کررہے ہوں۔ اور پوری قوت سے ذکر کریں۔ ذکر شروع ہوتے ہی مسجد شوں شوں کی آوازوں سے گونج اٹھی۔ ابتدا میں مجھے یہ سب کچھ عجیب سا لگا۔ لوگ آنکھیں بند کئے ہل رہے ہیں۔ بعد میں میں بھی عادی ہوگیا۔ فجر کی نماز کے بعد مسجد میں تعلیم وتربیت کے حلقے لگ جاتے۔ کہیں ابتدائی مراقبات کا حلقہ ہوتا، کہیں اس کے آگے کے اسباق۔ صاحب مجاز حضرات بڑی محنت سے سکھا رہے ہوتے تھے۔ مسجد میں لوگ احدیت، معیت، اقربیت، مسجد نبوی، فنافی الرسول، جیسے مراقبات کی باتیں ایسے کررہے ہوتے جیسے ان سب کا حصول ایک عام سی بات ہو۔ حالانکہ ان کے حصول میں لوگوں کی عمریں کھپ جایا کرتی ہیں۔ ایک دن مجھے ایک شناسا سا چہرہ نظر آیا۔ ایک نوجوان، خوبصورت داڑھی، سر پر چھجا نما ٹوپی۔ وہ بھی مجھے حیران ہوکر دیکھ رہا تھا۔ پہچاننے کی کوشش کررہا تھا۔ آگے بڑھ کر ایک دوسرے کو سلام کیا۔ میں نے پوچھا آپ جرمنی کے شہر آخن میں تو نہیں ہوتے؟ ہاں ہاں۔ سفیان نام ہے آپ کا؟ جی ہاں۔ انہوں نے بھی مجھے پہچان لیا۔ آپ کولون شہر میں ہوتے ہیں۔ تبلیغی جماعت سے منسلک۔ نثار بھائی کے ساتھ۔ افضال نام ہے آپ کا؟ اب مجھے یاد آیا یہ بھائی کافی عرصہ پہلے کولون ہمارے مرکز میں آئے تھے نثار بھائی کو ذکر کی دعوت دینے۔ اپنے بھائی بلال اور دوست فہد کے ساتھ۔ اُس وقت ہمارے ہاں ایک جماعت آئی ہوئی

تھی۔ فرصت نہ ہونے کی وجہ سے ان سے مختصر سی بات ہوئی تھی۔ پاس انفاس ذکر کا انہوں نے کچھ بتایا تھا جو بعد میں یاد بھی نہ رہا۔ مجھے یہاں دیکھ کر انہیں خوشگوار حیرت ہوئی۔ اور یہ جان کر کہ میں یہاں خود ہی پہنچ گیا ہوں تعجب کا اظہار کیا۔ یہ تینوں اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے جرمنی آئے تھے اور آجکل PHD کر رہے ہیں۔ دارالعرفان میں خود کو بڑی حد تک اکیلا محسوس کررہا تھا کہ ایک دن میری ملاقات میجر ایوب صاحب سے ہوئی۔ پوچھا کہاں سے آیا ہوں۔ معلوم ہونے پر بڑی شفقت سے پیش آئے اور ذکر کے بارے میں تفصیل سے بتایا اور خوب خوب ترغیب دی اور راہنمائی فرمائی۔ بعد میں جتنے دن رہا ان سے قریبی رابطہ رہا۔ کچھ دن بعد گھر واپس آگیا۔ پھر اجتماع کے آخری دنوں میں ایک بار پھر دارالعرفان پہنچ گیا۔ الحمد للہ مراقبات ثلاثہ تک سبق وہیں مل گیا تھا۔ جرمنی واپس آنے کے بعد میں نے سفیان بھائی سے رابطہ قائم کیا جو مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ ہم مہینہ میں ایک بار آخن شہر میں جمع ہوتے۔ حضرت جی کا بیان سنتے، اجتماعی ذکر کرتے۔ ایک بات جس نے مجھے تقویت پہنچائی وہ یہ کہ میں حضرت جی کے ساتھ آن لائن ذکر میں باقاعدگی سے شریک ہوتا رہا۔ کچھ عرصہ بعد ناروے سے صاحب مجاز جہانگیر بھائی جرمنی تشریف لائے۔ میں، سفیان بھائی اور فہد بھائی ان کے ساتھ جرمنی کے مختلف شہروں میں گئے۔ اُن دنوں زیادہ تر پاکستانی طلبا ہی ذکر میں شریک تھے۔ مقامی لوگوں میں سے میں شاید اکیلا ہی تھا۔ جہانگیر بھائی نے مجھے آگے اسباق دیئے۔ یوں یہ سلسلہ چلتا رہا۔ وہ کئی بار جرمنی آئے اور ساتھیوں پر محنت کی۔ انہوں نے مجھے الحمد للہ مسجد نبوی تک مراقبات کرا دیئے۔ ۲۰۱۰ کے اجتماع میں پھر سے دارالعرفان پہنچا۔ کئی دن وہاں رہا۔ ایک دن جہانگیر بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ مسجد نبوی کے مراقبے کو شروع کئے مجھے کتنا عرصہ ہو چکا ہے۔ میں نے کہا کہ تقریباً ڈیڑھ سال۔ فرمانے لگے آپ خود کو روحانی بیعت کے لئے پیش کرو۔ میں نے کہا کہ میں تو خود کو اس قابل نہیں سمجھتا۔ کہاں روحانی بیعت اور کہاں میں۔ نبی پاک ﷺ کے

دستِ مبارک پر روحانی بیعت! میں تو سوچ کر ہی کانپ اٹھتا ہوں۔ مجھے تو اپنے لطائف کے منور ہونے کا بھی ابھی پورا علم نہیں۔ بلا آخر ان کے اصرار پر میں نے حامی بھر لی۔ اُس وقت تک میرے کوائف ابھی پورے نہیں تھے۔ ایک تو مجھے عربی کورس کا ایک ٹسٹ پاس کرنا تھا جو میں نے کر لیا۔ دوسرا ایک صاحب بصیرت بزرگ ساتھی نے ابھی چیک کرنا تھا کہ میرا مسجد نبوی کا مراقبہ کس حد تک پختہ ہے۔ انہوں نے دیکھ کر فرمایا کہ اجتماعی ذکر کے بعد میں اپنا زیادہ تر وقت مسجد نبوی کے مراقبے پر صرف کروں۔ آخر کار میرا نام بھی روحانی بیعت کے امیدواروں کی لسٹ میں شامل کر لیا گیا۔ حتمی فیصلہ حضرت جی نے کرنا ہوتا ہے۔ تحدیث نعمت کے طور پر یہ سب کچھ عرض کر رہا ہوں۔ آخر وہ دن گیا۔ ۲۲ جولائی ۲۰۱۰ کو شام کے اجتماعی ذکر سے قبل ہم پانچ ساتھیوں کو حضرت جی کی نزدیکی جانب ایک لائن میں نمبروار بٹھا دیا گیا۔ میں تیسرے نمبر پر تھا۔ حضرت جی نے ذکر کرانا شروع کر دیا۔ دل دھک دھک کر رہا تھا۔ یقین نہیں آ رہا تھا کہ میں روحانی بیعت کر سکوں گا۔ پہلے لطائف شروع ہوئے۔ اس کے بعد مراقبات۔ مسجد نبوی کے مراقبے پر روحانی بیعت کا سلسلہ شروع ہوا۔ حضرت جی نے پہلے نمبر پر بیٹھے ساتھی سے فرمایا کہ وہ آگے بڑھیں اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لیں، چومیں۔ میرا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ پھر دوسرے ساتھی کو پکارا گیا۔ اب میری باری آئی۔ حضرت جی نے فرمایا۔ آگے بڑھیں۔ نبی پاک ﷺ کا دست مبارک اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیں۔ چومیں، آنکھوں سے لگائیں۔ دائیں جانب چلیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیں۔ چومیں، آنکھوں سے لگائیں۔ اب حضرت علیؓ کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں لیں۔ چومیں، آنکھوں سے لگائیں۔ اب حضرت جی نے فرمایا۔ اُلٹے قدم واپس آ جائیں۔ نبی پاک ﷺ سے تحفہ وصول کریں۔ میری روح دوبارہ حاضرِ خدمت ہوئی۔ آپ ﷺ نے کمال شفقت سے قرآن پاک کا تحفہ عطا فرمایا۔

حضرت جی کی آواز سنائی دی۔ واپس چلے جائیں پچھلے قدموں پر۔ پھر اگلے ساتھی کو آواز دی۔ میں خود کو ایک ایسی کیفیت میں محسوس کر رہا تھا جسے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ جب اجتماعی ذکر ختم ہوا تو مسجد میں جمع سب لوگ جن کی تعداد ۴۰۰ کے لگ بھگ ہو گی، تیزی سے ہماری طرف بڑھے۔ اور ہم پانچوں ساتھیوں کو گلے لگا کر ملنے لگے اور مبارکباد دینے لگے۔ ہر شخص خوشی کے ساتھ ہمیں گلے لگانے کے لئے بیتاب دکھائی دے رہا تھا۔ وہ سب ہمیں رشک سے دیکھ رہے تھے۔ عشا کی نماز کے بعد ایک پرانے ساتھی نے بتایا کہ آپ کو قرآن پاک کا تحفہ دیا گیا۔ خود جہانگیر بھائی نے بھی چھوٹتے ہی یہی خوشخبری سنائی۔ دراصل ذکر میں شامل اہل بصیرت اور اہل کشف ساتھی یہ تمام تر منظر خود دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ رات گئے تک میں اپنی اِس خوش بختی پر رشک کرتا رہا۔ اور دیر تک اللہ تعالیٰ کے آگے سر بسجود رہا جس نے یہ نعمت عظمیٰ عطا فرمائی۔ واقعی یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے۔ یہ بڑے نصیب کی بات ہے۔ دل کی گہرائیوں سے دعا نکلتی ہے کہ اللہ پاک ہمارے شیخ کامل کی عمر دراز کرے جو ہمیں اپنی ایک توجہ سے عالمِ برزخ میں دربار نبوی میں لے کر گئے اور روحانی بیعت کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ بے نیازی کا یہ عالم کہ شکریہ تک کے طلبگار نہیں۔ فرماتے ہیں یہ میری ڈیوٹی لگی ہے۔ میں اپنی ڈیوٹی ادا کر رہا ہوں۔ اپنے بیانات میں کئی بار فرما چکے ہیں کہ پوری دنیا میں اس وقت روحانی بیعت کرانے کی توفیق اگر کسی کو ملی ہے تو وہ میں ہوں، جبکہ مجھ سے پہلے یہ اعزاز میرے شیخ قلزم الفیوضات حضرت العلام مولانا اللہ یار خانؒ کو حاصل تھا۔ آج کے اس گئے گذرے دور میں دارالعرفان میں یہ روحانی دولت لٹائی جا رہی ہے۔ جو جتنا چاہے دامن بھر کر لے جائے۔

صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

سالانہ اجتماع ختم ہونے میں تھوڑا وقت رہ گیا ہے جو ساتھی ابھی تک شامل نہیں ہو سکے وہ اپنی شمولیت کو یقینی بنائیں۔ ادا

attained excellence inside you it will then be possible to extend it into the environment around you.

My prayers and my true wishes are, that Allah-swt may accept your hard work and dedication and that Allah-swt may make this Jamaat a source for bringing the positive change. Such a change will be historical and because of this you have to work hard and give your complete devotion. You can see how people are running for getting into politics and for acquiring seats and offices. People sacrifice their time and money for getting such worldly benefits. This should lead us to think of our own work and devotion as compared to our goal. If we are planning to bring a global change, we must work harder than we are currently doing. For assessing our hard work we must judge ourselves honestly. Judging our devotion would guide us to think of the consequences of our work that we are doing and its effects on the future for a change.

This is the only Jamaat which conducts Zikr on the internet which are joined by people from the eastern coasts of Japan to the Western coasts of America. It is the first time in history that Tasawwuf has been incorporated with science and technology and is being used for this noble purpose. Victory or failure rests with Allah-swt, but our hard work and time must be consumed in such a noble work.

Therefore, my brothers, try to bring a change inside yourself, be kind to others, work hard, promote good deeds in society and prevent the spread of evil. You should give up judging others because that will be finally decided by Allah-swt on the Day of Judgment. Your primary aim is to make the Love of Allah-swt as your guiding light and to preach it to other fellow beings. I pray to Allah-swt that He-swt may grant you success.

Some friends have presented the idea of establishing a TV channel for promotion of Zikr and Tasawwuf, but I think it is a project requiring a huge budget and our situation is such that we are facing great difficulty arranging a sum of about forty million rupees for the extension and renovation of Dar-ul-Irfan. Currently the funds we have are around fifteen million rupees. So there is a lot to be done. So I think we should start the work, and we should seek His-swt blessings, indeed He-swt is the most Merciful.

دعائے مغفرت

لاہور سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی محمد جعفر کے والد محترم

گوجرانوالہ سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی مدثر حسین اویسی کے والد محترم

سرگودھا سے سلسلہ عالیہ کے ساتھی نبی احمد کی والدہ ماجدہ وفات پا گئے ہیں

ساتھیوں سے دُعائے مغفرت کی درخواست ہے

If you intend to bring a change into this world, you should have the power inside for bringing it. Do not get worried of the prevailing conditions of the world.

The Holy Prophet-sallu alaihe wasallam along with the Companions-rau was constrained inside the Sha'b-e-Abi Talib for three years. They all remained there without outside contacts. Cries of the sick and weeping of children would be heard outside the valley but nobody came to their aid; everybody had boycotted the Muslims. The Companions-rau would boil parched skin and eat it with a little water. However, none of the Companions-rau raised even a single slogan of curse against the non-believers. They along with the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam endured the hardship patiently with the hope that the hardship would be over one day and eventually the Unity of Allah-swt would prevail. Their perseverance was possible because of the strength of their own faith in Allah-swt and the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. It happened and merely after two years they migrated to Madinah and established an Islamic State. Soon they entered victorious into the same city from which they had been banished by the non-believers. The Haram' was then purified of the idols and the city was purified from the idolaters. This means that nobody should lose hope today. As it is stated in the Holy Quran, the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam is commanded to tell the nonbelievers that if the believers fight they would either be victorious or die as a martyr. In both situation they are blessed, while for the nonbelievers, there is an evil outcomeSo, for a believer it is a win win situation. But for attaining all this, you have to bring a positive change within yourself. Attain the blessings by dedication and hard work and then distribute it everywhere. Allah-swt will accept your hard work and He-swt might select you as a source of bringing a positive change. Remember that this group of people is the only one in the world which is associated with the Mutaqaddemeen, the Companions-rau, the court of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam and the powers and blessings of the court of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. Indeed there are other orders of Tasawwuf, there are a number of groups doing religious work, other people also do Zikr, but the purity, the nearness and the divine powers which is presently held by Naqshbandiah Owaisiah, has no other match in the world. This is indeed a very good thing, but it also brings some responsibilities upon all of you, that you pay more attention to your duties, work hard and promote and preach it, so as to fulfil the right of this order which it holds upon you. Do not only think of Pakistan, in reality, the level of acceptance that you all have presently in the court of Holy Prophet-sallu alaihe wasallam, it is mandatory that you all should think of a positive change in global terms. You are required to promote the construction of a society based upon justice and truth. But such a change is only possible if you change your own self completely Once a change.has

Attaining Positive Change Effectively

Translated Speech of His Eminence

Hazrat Ameer Muhammad Akram Awan

Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah

Dar-ul-Irfan, Munarah

Dated: December 4th, 2011

Hazrat Abu Talib was impressed by this idea of the non-believers of Makkah and he took their message to the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. But the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam replied first by reciting some verses from the Holy Quran and then said that, I-sallu alaihe wasallam will preach whatever is being revealed to me-sallu alaihe wasallam by Allah-swt. The Holy Prophet-sallu alaihe wasallam said that if Allah-swt is criticizing the idols, I-sallu alaihe wasallam will also do and if Allah-swt is calling them a fabrication I will also call them so.Today we also hold similar beliefs as held by the infidels of Makkah. We go to the tombs of pious and righteous people not to get spiritual benefits but to fulfil our worldly wishes and desires. We think that they are our easy approach into the court of Allah-swt and they will initiate the worldly blessings upon us. In such a situation it is mandatory for us to work hard, to practice what we learn in the best possible manner and to attain stronger spiritual blessings so that we can prevent the people from indulging in innovations. But for all of this we need to first practice it completely, to learn more and strengthen our faith. If we do not practice what we preach, it would not be possible toconvince othersTherefore, my brothert the first thing is that, you have to work hard upon your own lessons, spend as much of time as you can, on Lataif. I have observed that people give very little time to Lataif and if anybody gives time to Lataif, they give very little time to Muraqbaat. It is also an observation in Barzakh that some of our friends could not acquire the 'power of flight' for their souls. Always remember that the soul of every pious person stays on its station, even if he is a very great scholar, a very righteous person or even a martyr. The only exception is for the souls of those people who have attained the power of flight during this worldly life. It is only the souls of Sufis' which can travel in the Barzakh ahead of their stations, they can move between their spiritual stations and even into the court of the Holy Prophet-sallu alaihe wasallam. The souls of Sufis can even travel into this world if they wish because they have attained the power of flight. Therefore, all I wanted to say was that I have seen some friends in Barzakh whose souls have not attained the power to fly The only reason is that they didn't give adequate time to Lataif and Muraqbaat. It should not be taken lightly.You should work really hard upon your Lataif and Muraqbaat because only this achievementhas to benefit you in the future.

possessed a keen and strong spiritual vision. He was once given a piece of 'miswaak' stick, but he refused to use it because spiritually he could see that the wood had been cut from a tree belonging to someone, and not from a self growing one. Noting the incredible keenness of Qazi Ji rua's spiritual vision, a devotee who had come from Sri Lanka exclaimed, 'He is a very dangerous man. You cannot hide yourself from him.'

Someone once recounted his dream to Hazrat Ji rua that he was drowning in a river and only his arms remained out of the water. Hazrat Ji rua called Qazi Ji rua over and instructed him to spiritually ask the interpretation of the dream from Hazrat Ibn-e Sireen-rua. Qazi Ji rua submitted, 'Hazrat, I cannot understand what he is saying'. Hazrat Ji rua replied, 'Tell him I am a Punjabi bullock (used to state his ignorance of the Arabic language), please speak to me in Punjabi'. Immediately Qazi Ji rua said, 'Hazrat I have understood. This person will gain fame after his death.'

Once Qazi Ji rua was travelling to Peshawar with the author and during the journey remained in a condition of Istighraq (engrossment). Near the Attock Bridge while in the trance he became conversable. 'The cosmos in its entirety was revealed in front of me. Then it suddenly began to shrink till it became the size of a mustard seed which I beheld in the palm of my hand.' Then it was said: 'What you have beheld is as insignificant as a mustard seed before Our Knowledge!'During one Ijtema', the Zikr..... session had commenced while some Sathis were yet to join in. Hazrat Ji rua sent word for them to join immediately. Qazi Ji rua was doing Wuzu nearby. As soon as Hazrat Ji rua's words reached his ears, he left his Wuzu and ran to join in the Zikr. At the time his age was 105 years and although Hazrat Ji rua's rejoinder was not for him, nevertheless his haste in obedience to his Shaikh was worth noting.

Shaitan also showed respect to Qazi Ji rua. Once Qazi Ji rua started a colloquy with him, 'O wretched one, why don't you repent? Allah swt is very Gracious!' The Shaitan replied, 'Qazi Ji, I am wretched from eternity, how can I ask for forgiveness?'

After recounting this anecdote Hazrat Ji rua would remark that even Shaitan showed respect when he addressed him as 'Qazi Ji'.

Qazi Ji rua had prepared a grave on his land where he would sit for hours in Zikr and meditation and his wish was that he be buried there. However, when his wife died in 1970, she was buried in this grave. Hazrat Ji rua along with some students went to Laiti for condolences and stayed there for two days. Condoling him Hazrat Ji rua said, 'Al Hamdo Lillah, your trial is over. You cared for your wife day and night most devotedly.'

Qazi Ji rua wept, 'Hazrat, my wife was a cripple, I would stay up all night to look after her and I would also get the opportunity to recite Allah swt's Tasbeeh. I kept up this habit for 25 years but perhaps now I might not be able to get up to remember Allah swt, as before..

To be continued

your Zikr, do it without any desire for Stations, for Spiritual visions, for your greatness, or for becoming a Pir. Do it only for the Pleasure of Allah swt.' Before starting Zikr it is indispensible to set one's intention right. Some Ahbab join in a Zikr with the above motives and when they do not achieve them they blame Zikr and the Silsilah. Before doing so, they should evaluate their feelings to determine whether they are seeking the Pleasure of Allah swt or their own aggrandizement.

He would often say, 'When Zikr is begun and the word Allah is lifted from the heart, the intensity of Lights in just the first letter, 'Alif' or 'A' of 'Allah' is such that the entire cosmos gets bathed with them. The universe cannot bear the weight of these Lights; everything in it cries out 'Allah! Allah!' and every entity exudes lowliness and humility.'

Ahbab must have often experienced that during Zikr the tongue involuntarily starts calling out 'Allah! Allah!' In this case the Shaikh advises to keep the lips closed and concentrate in absorbing the Lights. From this one can ascertain the greatness of a human heart; it can absorb these Lights through/from the Tawajjuh of a Shaikh during Zikr for hours on end, on the other hand the condition of the universe is such that along with the first strike (in Zikr) of a man of Allah, everything in it cries out 'Allah! Allah!' and cannot bear the weight of the Anwaraat.

"Had We sent down this Quran on a mountain, Verily, thou wouldst have seen it. humble itself and cleave asunder for fear of Allah." Surah Hashr, verse 21

Without Divine Help it is not possible to bear the Manifestation of Brilliance and Lights, whether arising due to recitation of His Speech (The Holy Quran) or due to Zikr. In the entire universe He has granted the capacity only to the Qalb of a Believer, not only absorb the Lights but also become the means to reflect them.

During the 'Maraqbaat', while traversing the Higher Stations Qazi Ji rua would call out, 'This is the ocean in which the Messengers and the Prophets of Allah are immersing themselves; What is the significance of dogs and cats here (referring to himself)? This Sulook will never end!'

In and around the area of Dhok Laiti, people would seek out Qazi Ji rua and ask for his prayers for their problems. Once, someone came to him for 'Dum' (reciting a Wazifah and blowing with the breath). He complained that his cow would kick while being milked. Qazi Ji rua went to the cow, whispered something in her ear and immediately ran back home. When asked to explain his action he replied: 'I told the cow to consider how much your master cares for you, feeds you and serves you, and is this the way to treat him?' Suddenly I thought, 'what if the cow asks me the same question. That is why I ran back.'

Once, a Sathi asked Qazi Ji rua for his D'ua (prayers). After praying for him, he thanked the Sathi saying, 'Thank you for asking me to pray for you as you became the means of connecting me with Allah swt Qazi Ji rua.....

Hayat-e-Javidan **Chapter 17**

(Translation) A Life Eternal

THE FIRST BRICK

Hazrat Ji rua, in one of his letters mentions the spiritual journey of Qazi Ji rua: 'Qazi Ji rua narrated a state of his to me...that I am travelling by boat and a green bird is flying overhead and keeps talking, while I keep following him in the boat. After some time we see five canals and I am unsure which canal I should take.' Hazrat Ji rua then writes: 'I then explained to him that he was travelling in the station of 'The Reality of Salah', the 5 canals are the 5 daily prayers and that he should take the one in which he sees me; although there is no harm even if he takes the others.'

Once Qazi Ji rua went to meet Hazrat Maulana Ahmed Ali Lahori rua and found him in a state of Maraqbah and joined him spiritually. Hazrat Lahori rua possessed strong spiritual insight and when he saw an aged and pious companion by his side, he gathered he had spiritual company from Barzakh. Such affairs are commonly encountered on the Path and Hazrat Lahori rua was justified in his thinking, but on finishing the Maraqbah he was astonished to find Qazi Ji rua sitting in a corner of the Masjid. A conversation ensued and Qazi Ji rua mentioned about his Shaikh, Hazrat Ji rua.. After the death of Hazrat Lahori rua, Hazrat Ji rua happened to pass by the Miani Sahib graveyard of Lahore when he felt that he was being requested to give spiritual'.... attention. On connecting with the spirit it was found that it was Hazrat Lahori rua. Hadrat Ji rua asked, 'You had known about me and were also spiritually endowed. Why did you not establish a connection?We have already mentioned Qazi Ji rua's simple and scanty diet. Hazrat Ji rua would chide him 'Qazi Ji the Nafs also has its rights. On the Day of Judgment it will bear testimony against you.' On Hazrat Ji rua's insistence he would sometimes take a small segment of a fruit but then would address his Nafs, 'Laloo (Qazi Ji rua called his Nafs by this name) be pleased now but you will have to spend tonight in offering Nawafil.'

Qazi Ji rua's simple and innocent manner of conversing would sometimes evidence a display of humour. Qazi Ji rua heard the news of the death of an Honorary Captain who had been his companion during the Hajj. Qazi Ji rua stated that he hadn't yet opened the envelope when he started feeling the heat. When he went to offer his condolences, on the insistence of the family members he had to visit the graveyard. In this newly laid out graveyard there were only a few graves, but all (dwellers) were undergoing Divine Punishment. Qazi Ji rua could not help exclaiming, 'Everyone here looks like a Captain.

Before conducting a Zikr session Qazi Ji rua would advise the Ahbab, 'When you start

ماہنامہ المرشد

عَنْ مَالِكٍ قَالَ بَلَغَنِى اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُ ذَاكِرُ اللّٰهِ فِى الْغَافِلِيْنَ كَالْمُقَاتِلِ خَلْفَ الْفَارِيْنَ. وَذِكْرُ اللّٰهِ فِى الْغَافِلِيْنَ كَغُصْنِ شَجَرٍ اَخْضَرَ فِى شَجَرٍ يَابِسٍ وَ ذَاكِرُ اللّٰهِ فِى الْغَافِلِيْنَ مِثْلَ مِصْبَاحٍ فِى بَيْتٍ مُظْلِمٍ وَذَاكِرُ اللّٰهِ فِى الْغَافِلِيْنَ يُرِيْهُ اللّٰهُ مَقْعَدَهٗ مِنَ الْجَنَّةِ وَ هُوَ حَىٌّ وَ ذَاكِرُ اللّٰهِ فِى الْغَافِلِيْنَ يُغْفَرُ لَهٗ بِعَدَدِ كُلِّ فَصِيْحٍ وَاَعْجَمٍ وَالْفَصِيْحُ اِبْنُ اٰدَمَ وَالْاَعْجَمُ بَهَائِمُ.

Hazrat Malik (rau) reports that the Prophet (saw) said that a person who does zikrullah living amidst those heedless of zikr is like a soldier who fights the enemy alone when all the rest have deserted. A person doing zikr is like a green plant amidst dried up trees. The example of a person who practices zikrullah amidst the heedless is like a lamp lit in a dark house. Such a person is informed by Allah in his lifetime about his eternal abode in jannah. And a zakir surrounded by heedless is the one whose sins are forgiven equal to the number of the people and animals created on earth.

The capacity to do good is granted only when the heart feels the magnificience of Allah and the Prophet (saw).

Hazrat Sheikh ul Mukaram
Ameer Muhammad Akram Awan MZA

July 2012
Shaban / Ramzan ul Mubarik 1433h

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
.. AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD TOWN SHIP LAHORE

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوٰۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فوراا پلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255